رضوان من اللہ اکبر

رضوان

لاہور

مذہبی

اخلاقی اصلاحی روحانی مضامین کا گنجینہ



قیمت -/۴/-

مرتب
سید محمود احمد رضوی

اہلِ سُنّت وجماعت کا پاک و ہند میں اپنی شان کا واحد ترجمان

رضوان

پندرہ روزہ لاہور

جلد نمبر ۱۰ — ۱۵ جنوری سنہ ۱۹۵۸ء — شمارہ ۲

ترتیب !

مدیرِ اعلیٰ : سیّد محمود احمد رضوی

مدیر معاون : ابوالاسد حقانی

چندہ :

سالانہ ۶/- روپے

ششماہی ۳/۸ ،،

ارغام ھاذر بجواب نقشِ ماھر

ناظرین کرام کو مطلع کیا جاتا ہے کہ ارغام ہاذر بجواب نقشِ ماہر کی چند قسطیں جو آپ رضوان میں ملاحظہ فرماتے رہے ہیں بحمد اللہ کتابی شکل میں شائع ہو رہا ہے۔ یہ کتاب ماہر صاحب کے رسالہ فاران کے توحید نمبر کا جواب ہے ماہر صاحب نے اس رسالہ میں علمأ اہلسنت وجماعت کے معتقدات کا خوب مضحکہ اڑایا ہے یہ کتاب بظاہر ماہر صاحب کے نقشِ اول کا جواب ہے مگر دراصل تمام نقوش کا جواب ہے۔ یہ کتاب حضرت علامہ مفتی عبدالحفیظ صاحب سابق صدر مدرسہ دارالعلوم مظہریہ کراچی و شیخ الحدیث مدرسہ انوار العلوم کی مصنفہ ہے۔ موصوف نے اس کتاب میں قریب قریب تمام مسائل مختلف فیہا کو نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ حل کر دیا ہے۔

صفحات ۲۰۸ تقطیع ۲۰/۳۰/۱۶ قیمت ۴/۱ روپیہ

جملہ اہل سنت وجماعت سے استدعا ہے کہ جلد از جلد پتہ ذیل پہ آرڈر روانہ فرمائیں۔ :

سیّد سعادت مولوی فاضل مدرسہ انوار العلوم ملتان

سید محمود احمد رضوی پرنٹر پبلشر نے کوہ نور پریس لاہور میں چھپوا کر اندرون دہلی دروازہ لاہور سے شائع کیا۔

یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

حضرت مجدّدِ دین وملت شاہ احمد رضا خانصاحب علیہ الرحمۃ

رُخ دن ہے یا مہرِ سما یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
شب زلف یا مشکِ ختا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

ممکن میں یہ قدرت کہاں واجب میں عبدیت کہاں
حیراں ہوں یہ بھی ہے خطا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

حق یہ کہ ہیں عبدِ الٰہ اور عالمِ امکاں کے شاہ
برزخ ہیں وہ سرِّ خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

بلبل نے گُل ان کو کہا قمری نے سروِ جانفزا
حیرت نے جھنجھلا کر کہا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

خورشید تھا کس زور پر کیا بڑھ کے چمکا تھا قمر
بے پردہ جب وہ رُخ ہُوا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

ڈر تھا کہ عصیاں کی سزا اب ہوگی یا روزِ جزا
دی ان کی رحمت نے صدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

کوئی ہے نازاں زہد پر یا حُسنِ توبہ ہے سپر
یاں ہے فقط تیری عطا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

دن لہو میں کھونا تجھے شب صبح تک سونا تجھے
شرمِ نبی خوفِ خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

رزقِ خدا کھایا کیا فرمانِ خدا ٹالا کیا
شکرِ کرم ترسِ سزا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

ہے بُلبلِ رنگیں رضاؔ یا طُوطیِ نغمہ سرا
حق یہ کہ واصف ہے ترا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

لمحاتِ فکر

کیا اسلام کے یہی تقاضے ہیں؟

عنوان بالا کے تحت جماعت اہلحدیث کے سرکاری ترجمان الاعتصام لاہور نے ایک وعظ درج اخبار کیا ہے۔ اور اس کی تان وہیں جاکر ٹوٹی ہے جہاں پر وہابی و دیوبندی مسلک کے ایڈیٹر صاحبان توڑا کرتے ہیں۔

اگر مدیر الاعتصام وعظ کو وعظ کی حد تک رکھتے۔ تو یہ ایک مخلصانہ ہدایت نامہ تصور کیا جاتا۔ مگر انہوں نے جس چیز پر اس کی بنیاد رکھی ہے۔ اسی نے ان کے اخلاص وللہیت کا بانڈا چوراہے میں پھوڑ دیا ہے۔

بدقسمتی سے آج کا دور الیکشنی جھرلو کا دور ہے۔ آج کی ذلیل سیاست میں اس کا چلن عام ہے۔ اور اس کے بغیر آج کی گندی سیاست کے ماہرین ایک قدم بھی آگے نہیں چل سکتے۔ وہ میدانِ سیاست میں اپنے حریف کو زک پہنچانے کے لئے جھرلو جیسے ناپاک حربہ کو بلا تکلف استعمال کرتے ہیں مگر غضب یہ ہے کہ وہابی دیوبندی مکتبہ فکر کے چالاک زعما نے اب اس جھرلو کو مذہب میں بھی استعمال کرنا شروع کر دیا ہے۔ جس کی تازہ مثال مدیر الاعتصام کا یہ وعظ ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

۱۔ "آپ ذرا غور فرمایئے اور سنجیدگی سے بتایئے جن لوگوں کی علمی رسائی اور تحقیقی کد و کاوش کا یہ عالم ہو کہ علم غیب۔ ندائے یا رسول اللہ حاضر و ناظر۔ نذر و نیاز۔ اور عرس بازی ان کے نزدیک اہم مسائل ہوں — وہ اس قابل ہیں کہ آج کے بڑے بڑے علمی۔ اخلاقی۔ معاشرتی اور سیاسی مسائل کی پیچیدہ گتھیوں کو سلجھا سکیں؟ اور موجودہ مسائل میں سے کسی مسئلہ پر بھی کوئی آخری رائے دے سکیں؟

۲۔ اگر کوئی غیر مسلم ان سے اسلام کی خوبیوں کو سمجھنا چاہے یا اسلام کے اوامر و نواہی اور اس کے موٹے موٹے تقاضوں اور اہم اصولوں سے آگاہی حاصل کرنا چاہے تو کیا یہ اس کو یہی جواب دیں گے۔ کہ — وہ عرس کرے نذر و نیاز مانے۔ علم غیب پر یقین کرے اور گیارھویں دے۔ ختم کی مجلسوں میں شریک ہو۔ اور یا رسول اللہ کہے؟

۳۔ کیا اسلام کے یہی تقاضے رہ گئے ہیں؟ اور اسی لئے اسلام آیا تھا کہ — عرس نہ کرنے والوں۔ نذر و نیاز نہ دینے والوں۔ میلاد کی مجلس میں شریک نہ ہونے والوں۔ ختم

نہ دینے والوں اور گیارھویں نہ کرنے
والوں کو وہابی کہے ؟ اس سے کوئی بڑا
اور اونچا مقصد اسلام کے سامنے
نہیں تھا ؟
اگر اسلام کی آمد کا یہی مقصد تھا
تو اس سے تو ایک شخص بھی
مسلمان نہیں ہو سکتا - اور
آپ کا یہ وعظ و ارشاد
کسی ایک آدمی کو بھی متاثر
نہیں کر سکتا -
خدا کے لئے اسلام کو بدنام نہ کرو - اور
اس کے صحیح تقاضوں اور اونچے اصولوں
سے انحراف کر کے اس کی دعوت و تبلیغ
کے دروازوں کو بند نہ کرو -"

(الاعتصام ۲۷ دسمبر ۱۹۵۷)

رضوان / اب آپ ہی غور کیجئے اور اپنے دل پر سنجیدگی کی ڈبل سل رکھ کر بتایئے کہ جن لوگوں کی تحقیقی کدوکاوش کا نتیجہ صرف یہ ہو - کہ رسول کریم کے لئے علم غیب ماننا کفر جلی ہے - ندائے یا رسول اللہ شرک اکبر ہے - عرس و فاتحہ ابلیسانہ کام ہیں جن کے نزدیک اہم مسائل ہی یہ ہوں کہ تقلید امام اعظم مشرکوں کا شیوہ ہے اور جن کا روزمرہ کا مشغلہ ہی غریب مسلمانوں کو مشرک اور بدعتی بنانے کے لئے چار چار سو صفحات کا توحید نمبر شائع کرنا ہی ہو ـــ کیا وہ اس قابل ہیں کہ آج کے بڑے بڑے علمی - اخلاقی - معاشرتی اور سیاسی مسائل کی پیچیدہ گتھیوں کو سلجھا سکیں ؟ اور موجودہ مسائل میں سے کسی مسئلہ پر بھی آخری رائے دے سکیں ؟

۲- کیا اسلام کے یہ ہی تقاضے رہ گئے ہیں کہ تقلید و عدم تقلید آمین رفع یدین فاتحہ خلف الامام ایسے مسائل میں عوام کو الجھا رکھا جائے اور فروعی مسائل کو اصول کی طرح پیش کرنے کے لئے ضخیم کتابیں - پوسٹر - رسالے شائع کئے جائیں -

کیا اسلام اسی لئے آیا تھا کہ مقلدین ائمہ اربعہ کو ابولہب کہا جائے - فقہ حنفی پر رکیک اور عقل شکن الزام لگائے جائیں - حتیٰ کہ حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ پر شراب کے حلال جاننے کا سنگین افترا کیا جائے -

کیا اسلام کی یہ ہی خدمت رہ گئی ہے کہ عرس کرنے والوں - فاتحہ دینے والوں اور مجلس میلاد میں شامل ہونے والوں کو بدعتی قبر پرست اور پیر پرست کہا جائے - اور ایسے مسلمانوں کو ہر رنگ میں نشانہ ملامت بنایا جائے - اور ان پر قسم قسم کی گھڑ گھڑ کر پھبتیاں کسی جائیں -

سوچیئے ! اس سے کوئی بڑا اور اونچا مقصد اسلام کے سامنے نہیں تھا ؟ اگر اسلام کی آمد کا یہ ہی مقصد ہے تو اس سے تو ایک شخص بھی مسلمان نہیں ہو سکتا - اور آپ کا یہ وعظ شرک و بدعت کسی ایک آدمی کو بھی متاثر نہیں کر سکتا -

۳- اگر کوئی غیر مسلم ان وہابیوں اور دیوبندیوں سے اسلام کی خوبیوں کو سمجھنا چاہے یا اسلام کے اوامر و نواہی اور اس کے موٹے موٹے تقاضوں اور اہم اصولوں سے آگاہی حاصل کرنا چاہے تو

کیا یہ اس کو یہ ہی جواب دیں گے. کہ

سنو بھیا ! اسلام کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ مجلس میلاد سے ایسا بھاگا جائے جیسے لاحول سے شیطان —— اور دوسری خوبی یہ ہے کہ جس شہر میں لوگ عرس ورس کرتے ہوں اس شہر ہی کو آگ لگا دی جائے. اور تیسری خوبی یہ ہے کہ کوئی قبر نظر آئے تو اس کو گرا کر اپنا مکان بنا لیا جائے۔ چوتھی خوبی یہ ہے کہ گیارھویں کے کھانے کو خنزیر سمجھا جائے۔ اور پانچویں خوبی یہ ہے کہ نذر و نیاز فاتحہ کو بدعت و ناجائز و حرام قرار دیا جائے. اور چھٹی خوبی یہ ہے کہ اگر کوئی بریلوی مردُوا نظر آجائے تو جھٹ کفر کی زنبیل اور شرک کی تھیلی کا منہ کھول دیا جائے۔ اور شرک وکفر حرام ناجائز اور بدعت کے ایٹم برسا دیئے جائیں —— !

اسلام کا سب سے اہم اصول یہ ہے کہ مقلدین ائمہ اربعہ کو ابوجہل کے برابر سمجھا جائے۔ دوسرا واضح اصول یہ ہے کہ تقلید کو مشرکین کا شیوہ قرار دیا جائے۔ تیسرا عام اصول یہ ہے کہ شرک کو عام اور توحید کو نایاب قرار دیا جائے۔

اسلام کا سب سے اہم تقاضا یہ ہے کہ حضور کے لئے علم غیب کا اثبات کرنے والوں کو ڈبل مشرک قرار دیا جائے ۔ دوسرا اہم تقاضا یہ ہے کہ حاضر و ناظر ماننے والوں کو ابولہب قرار دیا جائے ۔ اور تیسرا نہایت ہی اہم تقاضا یہ ہے کہ یا رسول اللہ کے نعرہ کو کفری ناٹ کفری کی گولی تصور کیا جائے —— سوچیے کیا اسلام اسی لئے آیا ہے اور کیا یہ ہی اس کے تقاضے ہیں — ؟

خدا کے لئے اسلام کو بدنام نہ کرو۔ جو لوگ عرس و فاتحہ کرتے ہیں۔ حضور علیہ السلام کے لئے علم غیب کا اثبات کرتے ہیں ۔ اور حضرت امام اعظم کی تقلید کرتے ہیں۔ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو۔ تم ان کے ایمان کے ٹھیکیدار نہیں ہو۔ قیامت کے دن تم سے یہ نہیں پوچھا جائے گا. کہ

اے وہابیو ! تم عرس کرنے والوں کو بدعتی کہتے تھے یا نہیں ؟ اور یا رسول اللہ کے نعرہ کو مشرکانہ نعرہ قرار دیتے تھے یا نہیں؟ اور میلاد کی مجلس سے ایسے بھاگتے تھے (جیسے لاحول سے شیطان) یا نہیں ؟ اور تقلید کو مشرکین کا شیوہ کہتے تھے یا نہیں؟ اور توحید نمبر شائع کر کے کفر و شرک کے ایٹم برساتے تھے یا نہیں ؟

خدارا اسلام کے اونچے اصولوں سے انحراف کر کے اس کی دعوت و تبلیغ کے دروازوں کو بند نہ کرو۔ اور چند فروعی عقائد و اعمال کو کفر و شرک اور بدعت قرار دے کر اسلام کو بدنام نہ کرو ۔ ہمیں آپ لوگوں سے کوئی ذاتی دشمنی نہیں ہے ۔ لیکن خدا جانے آپ لوگوں میں کب کوئی صحیح بات کہنے کا شعور پیدا ہوگا ۔ اور اس کفر و شرک و بدعت کی فتوی بازی کے چکر سے آپ لوگ کب نکلیں گے ۔

ضرورت ہے کہ عوام کے سامنے صاف و ستھرا اسلام پیش کیا جائے۔ اور معاشرہ کی بنیادی خرابیوں کو رفع کرنے کی سعی کی جائے۔ پاکستان اس وقت جن محلاتی سازشوں سے

گزر رہا ہے۔ اور لادینی عناصر اندر اندر ہی اسکو سیکولر سٹیٹ بنا دینے کی جو ناپاک کوششیں کر رہے ہیں اس کے پیش نظر تو یہاں اصل اسلام ہی خطرہ میں ہے مگر آپ ہیں کہ علم غیب کو کفر جلی قرار دینے ہی کے چکر میں پھنسے ہوئے ہیں اور اس کے سوا آپ کو کچھ اور سوجھتا ہی نہیں ہے۔ دنیا کہاں سے کہاں نکل گئی ہے اس کے سامنے عروج و ترقی کے نئے نئے دروازہ کھل گئے ہیں مگر آپ لوگ کنویں کے مینڈک بنے ہوئے یہ ہی کہنے میں اسلام کی خدمت سمجھ رہے ہیں کہ گیارھویں کی فاتحہ کا کھانا سوٗر کے برابر ہے۔

ہمارا خیال ہے کہ آپ کے اس اندازِ فکر پر آپ کا ضمیر بھی ملامت کرتا ہوگا اور آپ لوگ ان فروعی مسائل کی بنا پر جو شرک وکفر کے فتوے چلاتے ہیں ان کو آپ بھی غلط اور ناحق ہی سمجھتے ہوں گے۔

مگر حقیقت یہ ہے۔ کہ یہ آپ کا پیشہ ہے۔ علم غیب اور گیارھویں کے خلاف محاذ قائم رکھنا آپ کا بزنس ہے اور آپ کی آمدنی کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اگر آپ ہم پر یہ فتوے نہ چلائیں تو آپ کی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ کیسے قائم ہو۔ توحید نمبر کون خریدے اور جمعیت اہلحدیث کو چندے کون دے؟ زکوٰۃ وخیرات فطرانہ وچرم قربانی کی موٹی موٹی رقموں سے آپ کی جیبیں کیسے گرم ہوں؟

یہ ہی وجہ ہے کہ دیوبندی وہابی مکتب فکر کی پوری مشینری عرس فاتحہ کے خلاف محاذ "قائم کیے ہوئے ہے اور آپ کا نیچے سے لے کر اوپر تک کا ہر فرد گیارھویں کو بدعت کہنے۔ فاتحہ کو ناجائز بتانے۔ علم غیب کے ماننے والوں پر کفر جلی کے فتوے چلانے اور یا رسول اللہ کے نعرہ کو مشرکانہ نعرہ قرار دینے پر تلا ہوا ہے۔ اگر اس کفر و شرک کی فتوی بازی سے آپ لوگوں کو مالی منفعت نہ ہو۔ تو شاید آپ لوگ اس جھمیلے میں کبھی نہ پڑیں۔

یقیناً یہ اسلام کے تقاضے اور دین کے اصول نہیں ہیں بلکہ یہ آپ کی ذات کے تقاضے اور پیشے ہیں۔ نہیں معلوم اس قسم کی لایعنی فتوی بازی سے آپ لوگ اہلحدیث کی اور دیوبندی دیوبندیت کی نشر و اشاعت کرتے ہیں۔ یا اس کو تعلیم یافتہ طبقہ کی نظروں سے گراتے ہیں۔ اگر اہلحدیث یا دیوبندیت کو اس انداز سے مسائل پر بحث کرنی ہے۔ جس کا نمونہ اوپر پیش کیا گیا ہے تو لوگ اس کے قریب آنے کی بجائے اس سے دور بھاگیں گے کیونکہ آپ کی یہ کفر و شرک کی تقسیم ان کی روزمرہ کی زندگی کی مشکلات کو سلجھاتی نہیں۔ بلکہ اس میں اور اضافہ کرتی ہے اور انہیں مزید الجھنوں میں مبتلا کر دیتی ہے۔

مدیر الاعتصام دل تھوڑا نہ کریں۔ یہ تو ان کے اعتراضات رکیکہ سے متعلق چند سطور قلمبند کرا دی ہیں اور قوم کے سنجیدہ و متین افراد کو غلط فہمی میں مبتلا کرنے کے لئے انہوں نے جو الیکشنی چھرلو چلایا تھا اس کا جواب انہیں کے انداز دلنواز میں پیش کر دیا ہے اور بس!

۲۴

مثنوی شریف

آبروئے ما ز نام مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء

بود در انجیل نام مصطفےٰ   آں سر پیغمبراں بحر صفا

ترجمہ: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک انجیل میں درج تھا جو سب پیغمبروں کے سردار اور صفائی کے سمندر ہیں۔

بود ذکر حلیہ ہا و شکل او   بود ذکر غزو و صوم و اکل او

ترجمہ: جس میں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک اور خوبیوں کا بھی ذکر درج تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جہاد اور روزہ رکھنے اور کھانے پینے کا حال بھی تحریر تھا۔

طائفہ نصرانیاں بہر ثواب   چوں رسیدندے بداں نام و خطاب

ترجمہ: عیسائیوں کے ایک گروہ نے جب انجیل کا مطالعہ کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی اسم گرامی پر نظر پڑی۔

بوسہ دادندے بداں نام شریف   رو نہادندے بداں وصف لطیف

ترجمہ: تب انھوں نے اس نام پاک پر (ادب سے) بوسہ دیا۔ (گویا) وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ (پڑھ کر) اوراق پہ تعظیماً منہ رکھ دیئے تھے۔

اندریں فتنہ کہ گفتم آں گروہ   ایمن از فتنہ بدند و از شکوہ

ترجمہ: پھر جب ان کی بادشاہت میں خانہ جنگی شروع ہو گئی (لیکن) وہ تعظیم کرنے والے عیسائی جو حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے نام پاک کو ادب سے چومتے تھے۔ فتنہ و فساد سے محفوظ رہے۔

نسل ایشاں نیز ہم بسیار شد   نور احمد ناصر آمد یار شد

ترجمہ: (حتےٰ کہ اس نام پاک کی برکت سے) ان تعظیم کرنے والے عیسائیوں کی اولاد میں ترقی ہو گئی۔ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا نور پاک ان لوگوں کا مددگار اور ساتھی ہو۔

واں گروہ دیگر از نصرانیاں   نام احمد داشتندے مستہاں

ترجمہ: (لیکن) عیسائیوں کا دوسرا گروہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے نام پاک کی بے قدری کرتا تھا۔

مستہان و خوار گشتند از فتن   از وزیر شوم رائے شوم فن

ترجمہ: (چنانچہ) وہ عیسائی اس بے قدری کے سبب (ایک) بدکار وزیر کے فتنے اور فساد سے ذلیل وخوار ہوگئے

نامِ احمد چوں چنیں یاری کند
تاکہ نورش چوں مددگاری کند

ترجمہ: (اب سوچو تو بھلا کہ) جب حضور صلی اللہ تعالے علیہ و آلہ وسلم کا نام نامی ایسی مدد کرتا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پاک انسان کے لئے کس قدر مدد ومعاون ثابت ہو سکتا ہے۔

نامِ احمد چوں حصارے شد حصیں
تا چہ باشد ذاتِ آں روح الامیں

ترجمہ: اور جب حضور صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کا اسم گرامی (ہماری حفاظت کے لئے) مضبوط قلعہ ہے تو (پھر) اس "روح الامین" صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات۔

سید و سرور محمد نورِ جاں
بہتر و مہتر شفیع عاصیاں

ترجمہ: (ہمارے آقا ومولا) سیّد و سردار حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ تعالے علیہ و آلہ وسلم (ہماری) جان کے نور سارے جہان سے اچھے ہیں (سب کے) سردار (اور) گنہ گاروں کے شفاعت کرنے والے ہیں۔

(ماخوذ از مفتاح العلوم شرح مثنوی مولانا روم)

خار و گل

قسط دوم

مسئلۂ علمِ غیب

مدیرِ تجلّی کے نام

(مدیر اعلیٰ رضوان)

غرضیکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم ما کان وما یکون کے اثبات کرنے کو کفر و شرک قرار دینا کسی طرح بھی درست نہیں ہے اسی طرح حضور کو اللہ تعالیٰ کے برابر کر دینے اور عبدیت سے الوہیت تک پہنچا دینے کا الزام بھی حماقت و جہالت ہے کیونکہ ہم حضور کے لئے جس علم کو مانتے ہیں۔ وہ متناہی۔ حادث۔ مخلوق اور ممکن ہے اور اللہ عزوجل کا علم ذاتی قدیم غیر متناہی غیر مخلوق اور واجب ہے اللہ عزوجل کا علم عطائی اور متناہی ہو ہی نہیں سکتا۔ اتنے تفرقوں کے ہوتے ہوئے کون عاقل ہے جو حضور کے علم کو اللہ کے علوم کے مساوی کر دینے کا الزام دے سکے۔

پھر ہمیں یہ دیکھ کر حیرت بھی ہوتی ہے اور افسوس بھی کہ دیوبندی وہابی جس وصف اور جس صفت کا حضور اقدس کے لئے اثبات کرنے کو کفر جلی قرار دیتے ہیں اسی وصف کو اپنے بزرگوں اور پیروں بلکہ ایک معمولی انسان کے لئے بلا تکلف ثابت کر دیتے ہیں اور اس وقت ان کو شرک و کفر کی گردان بھول جاتی ہے ان کی اس روش پر حیرت تو اس لئے ہے کہ کوئی سلیم العقل کسی بھی ایسی صفت کو جس کا غیر اللہ کے لئے ماننا واقعی شرک ہو۔ مخلوقات میں سے اسی صفت کو نبی کے لئے ماننے کو شرک اور غیر نبی کے لئے ماننے کو ایمان نہیں قرار دے سکتا۔ اور افسوس اس لئے ہے کہ آخر ان لوگوں کو اس محسن کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے یہ عناد کیوں ہے۔ کہ ان کی ذات کے لئے تو اس صفت کا انکار ہے اور ان کے غیر کے لئے اسی کا اثبات ہے اس قسم کی متعدد مثالیں دی جا سکتی ہیں۔

فی الحال موضوع سے متعلق ایک مثال حاضر ہے۔ مدیر تجلی ہی نہیں بلکہ پوری دنیائے دیوبندیت کے امام اول مولوی اسمٰعیل دہلوی صراطِ مستقیم میں لکھتے ہیں:

ا۔ دریں حالت اطلاع بر امکنۂ افلاک و سیر بعضے مقامات زمین کہ دور و دراز از جائے وے بود بطور کشف حاصل می آید۔

(صراطِ مستقیم ص ۱۰۱)

یعنی: توحید صفاتی کے مقام پر پہنچ کر آسمانوں کے مکانوں پر اطلاع اور زمین کے بعض مقامات کی سیر جو اس جگہ سے دور و دراز ہیں بطور کشف حاصل ہوگی۔

۲. و آں کشف مطابق مے باشد۔

(صراط مستقیم ص۱۰۳)

"اور یہ کشف اس کا واقعے کے بالکل مطابق ہوتا ہے۔"

۳. برائے انکشاف حالات وسمٰوات و ملاقات ارواح و ملائکہ وسیر جنت و نار و اطلاع بر حقائق آں مقام و دریافت امکنہ آنجا وانکشاف امرے از لوح محفوظ یا حیّ یا قیوّم است۔

(صراط مستقیم ص۱۰۷)

ترجمہ: "آسمانوں کے حالات معلوم کرنا اور روحوں فرشتوں سے ملاقات کرنا۔ اور جنت و دوزخ کی سیر کرنا اور اس مقام کی حقیقتوں سے خبردار ہونا اور وہاں کے مکانوں سے آگاہ ہونا اور لوح محفوظ میں سے کسی بات کا دریافت ان سب کاموں کے لئے یاحیّ یا قیوّم کا ذکر ہے۔"

۴. برائے کشف ارواح و ملائکہ ومقامات آنہا وسیر امکنۂ زمین وآسمان وجنت و نار و اطلاع بر لوح محفوظ شغل دورہ کند۔

(صراط مستقیم ص۱۰۷)

ترجمہ: "روحوں اور فرشتوں اور ان کے مقامات کے حالات دیکھنے اور زمین و آسمان وجنت و دوزخ کے مکانوں کی سیر کرنے اور لوح محفوظ پر مطلع ہونے کے لئے شغل دورہ کرے۔"

۵. برائے کشف قبور سبوح قدوس رب الملائکہ والروح مقرر است۔

ترجمہ: "قبروں کے حالات معلوم کرنے کے لئے سبوح قدوس رب الملائکہ والروح مقرر ہے۔"

۶. برائے کشف وقائع آئندہ اکابرین طریقہ طرق معدودہ نوشتہ اند۔

ترجمہ: "یعنی آئندہ ہونے والے واقعات معلوم کرنے کے لئے اس طریقہ کے بزرگوں نے کئی طریقے لکھے ہیں۔"

۷. امثال ایں وقائع واشباہ ایں معاملات صدہا درپیش آمد تا اینکہ کمالات طریق نبوت بذروۂ علیا خود رسیدہ و الہام و کشف بعلوم حکمت انجامید۔

(صراط مستقیم ص۱۵۰)

ترجمہ: "اس قسم کے واقعات اور اس قسم کے معاملات سینکڑوں پیش آئے۔ یہاں تک کہ نبوت کے راستے کے کمالات اپنی انتہائی حد کو پہنچ گئے۔ اور علوم حکمت کا کشف و الہام پورا ہوگیا۔

۸. پس باستعانت ہماں شغل بہر مقامیکہ از زمین وآسمان وجنت و دوزخ خواہد متوجہ شدہ سیر آں مقام نماید و احوال آں جا دریافت کند و با اہل آں مقام ملاقات سازد۔

(صراط مستقیم ص—)

ترجمہ: "پس اسی ذکر کی مدد سے زمین و آسمان جنت و دوزخ کے جس مقام کی چاہے اس طرف متوجہ ہو کر وہاں کی سیر کرے اور وہاں کے حالات معلوم کرے اور وہاں کے لوگوں سے ملاقات کرے۔

دیکھئے! جس چیز کے ثبوت کو پوری دیوبندی قوم

تمام انبیا کرام اور خصوصاً حضور علیہ السلام کے لئے انکار کرتی ہے اسی کو ان کے امام نے خاص اولیا کے لئے نہیں بلکہ ہر اس شخص کے لئے جو مذکورہ بالا ورد وظائف پڑھے ثابت مانا ہے۔ اور پھر اس تفصیل سے کہ زمین و آسمان جنت و دوزخ کے جس مقام کی جس وقت چاہیں سیر کریں۔ جب چاہیں وہاں کے حالات معلوم کریں۔ ملائکہ و ارواح سے جب چاہیں ملاقات کریں اور ان کے مقامات سے آگاہ ہوں حتیٰ کہ لوحِ محفوظ جس میں ہر شے کا علم موجود ہے اس پر اطلاع پائیں۔ اور واقعاتِ آئندہ و ماضیہ کا علم حاصل کریں ــــ انصاف کیجئے کہ شغل دورہ کرنے والوں کو تو لوحِ محفوظ پر اطلاع ہو جائے جس میں ہر شے کا علم موجود ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو لوحِ محفوظ کا علم نہ ہو سکے۔ مندرجہ بالا ورد و وظائف کرنے والوں کے لئے تو زمین و آسمان کے۔ جنت و دوزخ کے قبروں کے اندر کے۔ ملائکہ و ارواح کے۔ عرش و فرش کے حتیٰ لوحِ محفوظ تک کے غیبوں کا انکشاف ہو جائے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیوار کے پیچھے کی بھی خبر نہ ہو۔

چہ بے خبر ز مقامِ محمدِ عربی

افسوس ! دورہ کا شغل کرنے والوں کے لئے تو یہ مانا جائے کہ وہ جب چاہیں جس وقت چاہیں زمین و آسمان جنت و دوزخ کے جس مقام کا چاہیں حال معلوم کریں۔ ملائکہ و ارواح سے ملاقات کریں۔ ان کے مقامات سے آگاہ ہوں۔ اور واقعاتِ آئندہ پر مطلع ہو جائیں اور حضور اقدس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اسی کا انکار کیا جائے۔ بتائیے یہ کس درجہ کی ایمانی قوت کا کام ہے کیا حبِّ مصطفیٰ اور عظمتِ حبیبِ کبریا علیہ التحیۃ والثنا اسی کا نام ہے؟

غضب خدا کا ! ہم اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لوحِ محفوظ کا علم ثابت کریں جس میں جمیع اشیا کا علم ہے تو مدیر تجلی اور پوری دیوبندی قوم نتھنے پھلا کر اس کو کھلا ہوا کافرانہ مشرکانہ توحید شکن شرک جلی لایعنی اور خطرناک نظریہ قرار دیں۔ اور اگر ان کا امام اصلی دورہ کا شغل کرنے والوں کے لئے لوحِ محفوظ کے علوم کا منکشف ہونا مانے تو پھر ان کی خانہ ساز توحید میں کچھ فرق نہ آئے۔ اور اب شرک توحید بن جائے۔ کفر اسلام قرار پائے۔ اس کو مدیر تجلی نہ سفہا و جہال کی نکتہ سنجی قرار دیں۔ اور نہ عقل شکن دیو مالائی نظریہ کہیں ــــ؟ آخر کیوں ــــ؟

غرضکہ ! دیوبندی قوم کے امام اوّل مولوی اسمٰعیل دہلوی کے نزدیک جب مذکورہ بالا ورد و وظائف کی مدد سے ہر جگہ ہر مقام کے احوالات جس وقت چاہیں معلوم ہو جاتے ہیں۔ اور جنت و دوزخ۔ ملائکہ و ارواح حتیٰ کہ لوحِ محفوظ تک کے غیبوں کا انکشاف ہو جاتا ہے۔ تو پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ان امور کا علم اللہ عزوجل کے بتانے اور عطا فرمانے سے کیوں نہیں ہو سکتا؟ جب مذکورہ بالا امور کا انکشاف دورہ کا شغل کرنے والوں کے لئے ماننا شرک و کفر نہیں ہے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ماننا کیوں شرک و کفر ہے؟

اسی سے دیوبندی قوم کے ایمان کا پتہ چلتا ہے۔ اور ان کی اصل حقیقت سے پردہ اٹھتا ہے کہ چیز ایک ہی ہے۔ لیکن ہم اگر اس کو حضور علیہ السلام کے لئے مانیں تو ان کے نزدیک شرک جلی ہے۔ اور یہ اسی کو اپنے بزرگوں اور پیروں کے لئے مانیں تو عین توحید ہے

ممکن ہے کوئی صاحب یہ کہدیں کہ مولوی اسمٰعیل نے تو صرف کشف مانا ہے علم غیب نہیں مانا۔ تو میں کہتا ہوں مطلب تو ان باتوں سے ہے جو کا عطائی علم ماننا بھی دیوبندی قوم کے نزدیک شرک ہے۔ لیکن خود ان کا امام اس سے بدرجہا زائد غیر نبی کے لئے مان رہا ہے۔

آپ اسے علم غیب نہ کہئے انکشاف غیب کہہ لیجئے بات تو وہی ہوئی کہ حضور کے لئے ماننا شرک اور اپنے لئے ماننا ایمان۔

چنانچہ امام الوہابیہ مولوی اسمٰعیل دہلوی نے خود اس کی تصریح و توثیق کردی وہ تقویت الایمان میں لکھتے ہیں۔ کہ

> اس طرح غیب کا دریافت کرنا کہ اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہے کر لیجئے یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے کسی ولی جن فرشتہ کو پیر شہید کو امام زادے کو بھوت پری کو اللہ صاحب نے یہ طاقت نہیں بخشی کہ جب وہ چاہیں غیب کی بات معلوم کرلیں۔
> (تقویت الایمان ص ۱۴)

بھلا ذرا غور کیجئے۔ صراط مستقیم کی عبارت ۸۳ میں یہ ہی مولوی اسمٰعیل صاحب یہ لکھ چکے ہیں کہ شغل دورہ کرنے والے اس کی مدد سے زمین کے ہر مقام کی جیسے چاہیں سیر کریں اور لوح محفوظ تک پر مطلع ہوں۔ دورہ کا شغل کرنے والے معمولی انسانوں کے لئے تو لوح محفوظ تک رسائی مانی جا رہی ہے۔ جو بلاشبہ غیب ہے۔ اور یہاں تقویت الایمان میں جب انبیا کرام کا ذکر کیا تو صاف کہدیا۔ کہ انبیا کرام اللہ کے تعلیم دینے اور قوت بخشنے سے بھی غیب کی بھی بات دریافت نہیں کر سکتے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ غیر نبی تو چند ورد و وظائف کی مدد سے لوح محفوظ جیسے عظیم الشان غیب پر اطلاع پا سکتا ہے۔ مگر حضور علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی تعلیم و عطا سے بھی غیب پر مطلع نہیں ہو سکتے۔ معاذ اللہ۔

یہ ہے مدیر تجلی اور ان کے امام اول کا ایمان اور عقیدہ — اپنے اسی عقیدہ و ایمان کو مولوی اسمٰعیل نے تقویت الایمان کے ص۸ پر یوں لکھا ہے:

> پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کو یہ بات اپنی ذات سے ہے یا اللہ کے دینے سے۔ غرض اس عقیدہ سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔ (تقویت الایمان ص۸)

یعنی چاہے یہ کہو کہ انبیا کو علم خود بخود ذاتی ہے کسی نے ان کو دیا نہیں اور خواہ یہ کہو کہ اللہ کے عطا فرمانے سے (عطائی علم) ہے۔ بہر صورت شرک ہے۔ دیکھئے انبیا کرام کے لئے بہ تعلیم الٰہی علم غیب ماننے کو بھی شرک کہہ رہے ہیں جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ دیوبندی قوم کے نزدیک اللہ عزّ و جلّ کا علم ذاتی بھی ہے اور عطائی بھی۔ جبھی تو مولوی اسمٰعیل نے ذاتی اور عطائی دونوں قسم کے علم کو اللہ تعالیٰ کا خاصہ قرار دے کر انبیا کرام کے لئے اس کے ماننے کو شرک کہا۔ اب قارئین کرام تعصب سے علیحدہ ہو کر سوچیں کہ کیا یہ ممکن ہے

کہ کوئی ہستی اللہ عزّ وجل کو صفت علم عطا کرے۔ اور جو قرآن و حدیث۔ عقل وقیاس مشاہدہ وتاریخی حقائق سے آنکھیں میچ کر ایسا نظریہ گڑھے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت علم عطائی ہے۔ اس شخص یا گروہ کی سلامتیٔ ہوش وحواس کے بارے میں اہل علم و عقل کیا رائے قائم کریں گے۔ اس کو بحرِ العلم مانیں گے جیسا کہ مودودی صاحب اور پوری دیوبندی قوم مانتی ہے۔ یا پھر مدیر تجلّی ہی کی زبان میں کہیں گے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی صفتِ علم کو عطائی ماننا کھلا ہوا کافرانہ مشرکانہ ملحدانہ جاہلانہ لایعنی اور شرمناک توحید شکن عقیدہ ہے۔ اگر قرآن وحدیث سے کوئی یہ ابلیسانہ عقیدہ صحیح ثابت کردے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ پھر دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں رہی جو ثابت نہ کی جا سکے۔ خدا کا تین ہونا بھی ثابت ہوگا۔ دو اور دو بھی پندرہ ماننے پڑیں گے۔ میں کہتا ہوں کہ آدمی کو بندر ہی نہیں مرغی اور کھٹمل کی اولاد بھی ثابت کیا جا سکتا ہے۔ العیاذ باللہ۔ ذرا اندازہ تو کیجئے اس ذہن کی تاریکی اور قلب کی پستی کا جو اپنی خانہ ساز توحید کی آڑ میں یہ عقیدہ ایجاد کرتا ہے کہ اللہ کا علم عطائی ہے۔ اس طرح کا عقیدہ ایجاد کرنے والا یا تو یوں کہیئے کہ ہوش و حواس کھو کر غیر مکلفین کی صف میں شامل ہو گیا ہے اور کفر و شرک کی تقسیم کے نشہ میں مدہوش ہو کر ایسا مرفوع القلم ہو گیا ہے جسے کچھ خبر ہی نہیں ہے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ اور کیوں کہہ رہا ہے یا یوں کہیئے کہ اس پر خداوند قدوس کو اپنا عبد و مملوک بنانے اور عقل شکن خصوصیات کا مالک ثابت کرنے کا جنون سوار ہے۔

بہرحال اصل جہالت کا انبار تو تقویت الایمان میں ہے جاہل بیچارے تو مفت میں بدنام ہیں اور اصل گمراہی و توہم پرستی سفاہت و بے دانشی کے یہ شاہکار تو اسی مجدد وہابیہ کے یہاں ملتے ہیں کہ طلسم ہوشربا امیر حمزہ قصہ کوہ قاف کی پریوں کا پڑھنے والے بھی ایک دفعہ تو اچنبھے میں آجائیں۔

غرض کہ! جیسے دیوبندی قوم اس غلط فہمی میں مبتلا ہے کہ علم ماکان ومایکون میں اللہ عزّ وجلّ کا علم منحصر ہے وہ کنوئیں کے مینڈک کی طرح دائرہ کا چکر لگا کر اس عقل شکن نظریہ کو اپنائے ہوئے ہے۔ کہ غیب السمٰوٰت والارض ہی میں اللہ کا علم محدود ہے اسی طرح وہ اس صریح البطلان دشمن علم وفہم نظریہ کو سینے سے چمٹائے ہوئے ہے کہ عطائی علم بھی اللہ عزّ وجل کا خاصہ ہے میرا اظہار خیال ممکن ہے مبالغہ پر مبنی ہو۔ مگر سوچنے کی بات یہ ہے جو لوگ اتنی سی بات نہیں سمجھ پاتے۔ کہ

غیب السمٰوٰت والارض اور علم ماکان وما یکون علوم الٰہیہ سے ایک قطرہ ہے اور علوم اولین وآخرین کو علوم الٰہیہ کے سامنے وہ نسبت بھی نہیں ہے جو ایک قطرہ کو سات سمندروں سے ہوتی ہے اور یہ کہ اللہ عزّ وجل کا علم عطائی ہو ہی نہیں سکتا۔ اور اگر کسی کے لئے یہ مانا جائے کہ اس کی صفتِ علم عطائی ہے تو وہ خدا ہو ہی نہیں سکتا۔ ایسے لوگ خیر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک پر نقد کرنے اور مشرکانہ کافرانہ اور دیو مالائیانہ عقیدہ کا رونا رونے چلے ہیں —!

اس سلسلے میں یہ امر بھی خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ جو لوگ اپنی سفاہت و بے دانشی کی بنا پر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم ماکان و مایکون کے اثبات کرنے کو کھلا ہوا مشرکانہ توحید شکن عقیدہ قرار دیتے ہیں ۔ توحید ان کی بھی بے شکن نہیں رہی ۔ اور انہوں نے اپنی خانہ ساز توحید کے نشہ میں مخمور ہو کر جو زیادتیاں کیں ۔ موحدی ان کی بھی سالم نہیں بچی ۔ انہیں کے قلم نے ان کی توحید و موحدیت کے پرخچے اڑا دیئے ۔ اور یہیں ناحق کا فرو مشرک بناتے بناتے خود ہی شرک و کفر کے سمندروں میں غوطے کھانے لگے

آپ کہیں گے یہ کیسے ؟

تو سنیئے یہ ایسے کہ :

ابھی جو عبارتیں ہم نے صراط مستقیم کی پیش کی ہیں ۔ ان میں پوری دیوبندی قوم کے امام اول مولوی اسمٰعیل دہلوی نے کشف کی صحت کا اقرار کیا ہے نہ صرف یہ بلکہ یہاں تک لکھا ہے کہ کشف کے ذریعہ جو امور معلوم ہوتے ہیں

آں کشفش مطابق می باشد ۔

وہ کشف واقعے کے مطابق ہوتا ہے ۔

پھر انہوں نے بتایا ہے کہ یہ وظیفہ کرو گے تو یہ ہوگا ۔ اور وہ شغل کرو گے تو چودہ طبق روشن ہوں گے ۔ **مثلاً** انہوں نے لکھا ہے :

۱۔ برائے کشف قبور ۔ قبروں کے اندر کے حالات معلوم کرنے کے لئے سبوح و قدوس کا وظیفہ پڑھو ۔

۲۔ برائے کشف ارواح ۔ روحوں و ملائکہ و جنت و دوزخ زمین و آسمان کے مقامات کی سیر کرنے اور وہاں حالات معلوم کرنے کے لئے شغل دورہ کرو ۔

۳۔ برائے کشف وقائع آئندہ ۔ آئندہ کے واقعات معلوم کرنے کے لئے یہ کرو ۔

۴۔ لوح محفوظ تک اطلاع پانے کے لئے یہ کرو ۔ وغیرہ وغیرہ ۔

(صراط مستقیم صفحہ ۱۰۰ صفحہ ۱۰۳ صفحہ ۱۰۴ صفحہ ۱۰۷)

صراط مستقیم میں تو وہ کشف کی صحت اور اس کے واقع کے مطابق ہونے کا اقرار کر رہے ہیں حتیٰ کہ یہاں تک لکھ رہے ہیں ۔ کہ

اس قسم کے واقعات اور اس طرح کے معاملات سینکڑوں پیش آئے ۔ یہاں تک کہ نبوت کے راستے کے کمالات اپنی انتہائی حد کو پہنچ گئے اور علوم حکمت کا کشف و الہام پورا ہو گیا ۔

(صراط مستقیم فارسی صفحہ ۱۵۰ صفحہ ۱۵۱)

لیکن جب صراط مستقیم میں اپنے پیر سید احمد بریلوی کی فضیلت میں انہوں نے کشف و الہام کی صحت کا اقرار کر لیا ۔ تو اب انہیں کی دوسری تصنیف تقویت الایمان ان کو دور سے کھڑی انگلی دکھانے لگی ۔ کہ اے مجدد وہابیہ دوسروں پر کفر و شرک کے فتوے دے کر جاتے کہاں ہو ۔ آغوشِ شرک و کفر سے تو تم کو بھی مفر نہیں ہے ۔

مولوی اسمٰعیل صاحب نے جب مڑ کر دیکھا ۔ تو تقویت الایمان کا یہ صفحہ ان کے سامنے آ گیا ۔ جس میں انہیں کی قلم نے یہ تحریر کیا ہوا تھا :

شرک سب عبادتوں کا نور کھو دیتا ہے اور نجومی رمّال اور جفّار اور فال دیکھنے

(باقی صفحہ ۱۷ پر)

سنگ و خشت

مجددینِ دیابنہ کے اخلاق

7.

اخبار پاکستانی کی تسکین کیلئے

ابو الاسد کے دیوبند بت شکن قلم سے

ڈگلسپورہ لائل پور کے دیو بندی اخبار پاکستانی کی روش تقاضا کرتی ہے کہ عوام کو مجددینِ دیابنہ کے عادات و اطوار سے گاہے گاہے روشناس کرایا جائے۔ یہ سلسلہ اسی غرض کے لئے جاری کیا جا رہا ہے "تاکہ موجودہ علما دیوبند اپنے اسلاف کے اخلاق و عادات کو اپنا کر مجددیت و قطبیت کو چار چاند لگا دیں۔

زن و شوہر جیسا فائدہ

۱- ایک بار (مولوی رشید احمد گنگوہی مجددِ اول دیابنہ غالبیہ) نے ارشاد فرمایا- میں نے ایک بار خواب دیکھا تھا کہ مولوی محمد قاسم صاحب عروس کی صورت میں ہیں اور میرا ان سے نکاح ہوا ہے سو جس طرح زن و شوہر میں ایک دوسرے کو فائدہ پہنچتا ہے اسی طرح مجھے ان سے اور انہیں مجھ سے فائدہ پہنچا ہے۔

[تذکرۃ الرشید جلد ۲ صـ۲۸۹ سطر ۱۸ مطبوعہ ہلالی سٹیم ساڈھورہ۔

لوگ کہیں گے تو کہنے دو

۲- ایک دفعہ گنگوہ کی خانقاہ میں مجمع تھا۔ حضرت گنگوہی اور حضرت نانوتوی کے مرید و شاگرد سب جمع تھے۔ اور یہ دونوں حضرات بھی وہیں مجمع میں تشریف فرما تھے۔ کہ حضرت گنگوہی نے حضرت قاسم نانوتوی سے محبت آمیز لہجہ میں فرمایا کہ یہاں ذرا لیٹ جاؤ۔ حضرت نانوتوی کچھ شرما سے گئے۔ مگر حضرت نے پھر فرمایا تو بہت ادب کے ساتھ چت لیٹ گئے۔ حضرت (گنگوہی) بھی اسی چارپائی پر لیٹ گئے۔ اور مولانا (قاسم نانوتوی) کی طرف کو کروٹ لے کر اپنا ہاتھ ان کے سینہ پر رکھ دیا۔ جیسے کوئی عاشق صادق اپنے قلب کو تسکین دیا کرتا ہے۔ مولانا (قاسم نانوتوی) ہر چند فرماتے ہیں کہ میاں (یعنی حضرت گنگوہی صاحب) کیا کر رہے ہو۔ یہ لوگ کیا کہیں گے۔ حضرت گنگوہی نے فرمایا۔ لوگ

کہیں گے تو کہنے دو۔

(اشرف التنبیہ مصنفہ اشرف علی تھانوی صہ۶۷)

بڑا استنجا

۳۔ اور غالباً اسی کی تشریح و توضیح کے لئے اشرف التنبیہ کے صہ۸۳ پر مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی نے یہ بھی لکھا ہے کہ :

" ایک دفعہ چھتے کی مسجد میں مولانا فیض الحسن صاحب استنجے کے لئے لوٹا تلاش کر رہے تھے۔ اتفاق سے سب لوٹوں کی ٹونٹیاں ٹوٹی ہوئی تھیں۔ فرمانے لگے۔ یہ تو سارے لوٹے مختون ہیں۔ حضرت مولانا قاسم نانوتوی نے ہنس کر فرمایا تو پھر آپ کو تو بڑا استنجا نہیں کرنا ہے۔"

{ اشرف التنبیہ مصنفہ مولوی اشرف علی تھانوی صہ۸۳ }

بچوں کے ازاربند کھول دیتے تھے

۴۔ اور غالباً اسی لئے مولوی اشرف علی تھانوی نے یہ حکیمانہ بات بھی اشرف التنبیہ میں لکھدی ہے کہ :

" مولانا (قاسم نانوتوی) بچوں سے ہنستے بولتے بھی تھے اور جلال الدین صاحبزادہ مولانا محمد یعقوب سے اس وقت جو بالکل بچے تھے بڑی ہنسی کیا کرتے تھے۔ کبھی ٹوپی اتارتے اور کبھی کمر بند کھول دیتے تھے۔"

(اشرف التنبیہ صہ۸۳)

اخلاقِ عالیہ

۵۔ حضرت حافظ (ضامن) صاحب کے مزاح و خوش مزاجی کے بہت سے قصے (مولوی رشید احمد گنگوہی) بیان کیا کرتے تھے۔ ایک بار فرمایا حافظ صاحب کو مچھلی کے شکار کا بہت شوق تھا۔ ایک بار ندی پر شکار کھیل رہے تھے۔ کسی نے کہا۔

" حضرت ہمیں"! جواب میں فرمایا :

" اب کے ماروں تیری "۔

(تذکرۃ الرشید جلد ۲ صہ۲۷)

ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

اب ! ڈگلسپورہ لائل پور کا دیوبندی اخبار یہ بتائے کہ کیا اُمتِ محمدیہ میں ایسی شان کا کوئی قطب اور مجدد گزرا ہے جو خواب میں بانیٔ مدرسہ دیوبند مولوی قاسم نانوتوی مجدد دوم دیوبندیہ سے نکاح کرے۔ اور اس کے بعد ایک ہی چارپائی پر بانیٔ مدرسہ مولوی قاسم کو اپنے ساتھ لٹا کر وہ کچھ کرے کہ قاسم کو کہنا پڑے۔

" کیا کر رہے ہو۔ لوگ کیا کہیں گے ـــ؟"

اور وہ جواب دے :

" کہیں گے کہنے دو۔"

یہ قطبیت کا بلند مرتبہ تو دیوبندیوں کے قطب الارشاد

رشید احمد گنگوہی کو ہی ملا تھا۔ اور وہ تھے بھی اسی مرتبہ کے۔ اگر وہ اسلام کے لئے بار اور زمین کے لئے عار نہ ہوتے اور خدا انہیں چند روز اور زندہ رکھتا تو اپنے زہدِ مجبوریت وقطبیت سے دیو بندیوں کے حکیم الامت مولوی اشرف علی کو بھی اپنے ساتھ ایک ہی چارپائی پر لٹا کر وہی کچھ کرتے جو انہوں نے بانیٔ مدرسہ دیو بند مولوی قاسم کے ساتھ کیا تھا۔

یار زندہ صحبت باقی

بقیہ خار و گل (مسئلہ علم غیب) صفحہ ۱۴ سے آگے

والے اور نام نکالنے والے اور کشف اور استخارہ کا دعویٰ کرنے والے اس میں داخل ہیں۔" (ص ۶۰)

لیجیے! اب یہ کہا جا رہا ہے کہ کشف واستخارہ کا دعویٰ کرنے والے بھی مشرک ہیں۔ یعنی جو یہ کہے۔ کہ میں نے کشف کے طور پر جنت دوزخ کی سیر کی۔ مقاماتِ ارواح دیکھے اور ان سے ملاقات کی۔ حتیٰ کہ لوح محفوظ تک کی اطلاع پالی۔ وہ بھی مشرک ہے۔

دیکھا آپ نے۔ یہ ہے ناحق کسی کو مشرک اور کافر بنانے کا نتیجہ۔ کہ ایک جگہ کشف کو ایمان کہہ دیا۔ اور دوسری جگہ شرک لکھ دیا۔

اور قدرت نے پاک وہند کے سب سے بڑے کافر گر اور شرک وکفر کی تقسیم کے قاسمِ اکبر کو بھی خود اسی کے قلم سے کفر وشرک کی آغوش میں سُلا دیا۔

فاعتبروا یا اولی الالباب — کذالک العذاب ولعذاب الاٰخرۃ اکبر لوکانوا یعلمون ۰

(باقی باقی)

بقیہ: ارغام ماذر بجواب نقش ماہر:

اپنے محبوب کو راضی رکھوں گا۔ ان کی رضا پوری ہی کروں گا۔ تو آپ کا دل کیوں دکھتا ہے آپ کو کیوں حسد ہوتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے خود فرمایا۔ ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ خدا آپ کو یہاں تک عطا فرمائے گا۔ آپ راضی ہو جائیں۔ حدیث قدسی میں ہے خدا فرماتا ہے انا سنرضیک فی امتک ولا نسوٴک اے نبی ہم تم کو اُمت کے معاملہ میں راضی کریں گے۔ اور آپ کو دکھ نہ پہنچائیں گے۔ (مشکوٰۃ)

دیکھئے ذرا مشکوٰۃ شریف — حضور علیہ السلام فرماتے ہیں وحق العباد الی اللہ ان لا یعذب من لا یشرک بہ اللہ پر بندوں کا حق ہے کہ وہ ان کو عذاب نہ دے بشرطیکہ وہ شرک نہ کریں۔

ذرا غور تو فرمایئے — !

کہ یہ اللہ پر بندوں کا حق ہونے کے کیا معنے؟ جب کہ اللہ مختار مطلق اور مالک کامل ہے۔

(باقی باقی)

ارغام ہا ذر بجواب نقش ماہر

فاران توحید نمبر پر محققانہ تبصرہ

جناب ماہر صاحب نے نہ معلوم کس عالم میں یہ خطرناک سطور قلم بند کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس عالم استغراق سے اہلسنت کو محفوظ رکھے۔ آپ آیہ قُل لَا اَقُولُ لَکُم عِندِی خَزَائِنُ اللہ لکھ کر فرماتے ہیں۔

" ذاتی اور عطائی کی جاہلانہ اور گمراہ کن تفریق کے بُت کو بھی پاش پاش کر دیا۔"

جی نہیں! آیہ ولا یحیطون بشی من علمہ الا بما شاء اور آیہ وابری الاکمہ والابرص واحی الموتیٰ باذن اللہ اور آیہ قل لا املک لنفسی ضراً ولا نفعاً الا ما شاء اللہ اور آیہ وما لکم من نعمۃ فمن اللہ اور آیہ اللھم مالک الملک توتی الملک من تشاء نے آپ کے ذاتی و عطائی میں فرق تسلیم نہ کرنے کے شیطانی وسوسہ کو ھباءً منثوراً کر دیا۔

جناب ماہر صاحب آیہ انا اعطینک الکوثر میں عطا کے جلوے نہیں ہیں؟ آیہ ھذا عطاءنا فامنن او امسک بغیر حساب میں موھبت کی تجلّیاں نہیں ہیں؟ آیہ ولا نمد لہ ھؤلاء و ھؤلاء من عطاء ربّک وما کان عطاء ربک محظورا۔ میں داد و دہش کے انوار نہیں ہیں۔ یہ آیات کریمہ صاف و صریح عطائی کی طرف رہنمائی کر رہی ہے۔ اس کے مقابلہ میں ذاتی ہے تو ایک کے ذکر سے دوسرے کا ذکر مفہوم ہوا ذاتی اور عطائی دونوں موجود ہوئے۔ جناب ماہر صاحب اب فرمائیے کہ اللہ تعالےٰ نے خود ذاتی اور عطائی کا فرق ظاہر کر دیا۔ تو معاذ اللہ بقول آپ کے خدا کا یہ جاہلانہ اور گمراہ کن بت ثابت ہوا۔

جناب ماہر صاحب!

بات کا منہ سے نکال دینا بہت آسان ہے اور وہ بھی اس آزادی کے زمانہ میں لیکن بات کے انجام کا سمجھ لینا ہر کسی کا کام نہیں۔ افسوس کہ آپ نے یہ سب کچھ لکھ کر اپنے غیر شاعر و غیر ماہر ہونے کا ثبوت بہم پہنچایا۔ نعوذ باللہ من الحور بعد الکور۔

جناب ماہر صاحب! اب خزائنے ملاحظہ فرمائیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں بینما انا نائم رایتنی اتیت بمفاتیح خزائن الارض فوضعت

فی یدی میں سو رہا تھا کہ میں نے دیکھا کہ مجھے روئے زمین کے خزانوں کی کنجیاں دی گئی ہیں۔ وہ میرے ہاتھ میں رکھ دی گئیں۔ اور فرماتے ہیں واعطیت الکنزین الاحمر والابیض مجھ کو دو خزانے سرخ و سفید دیئے گئے ہیں اور اختیار ملاحظہ کیجئے۔ حضور فرماتے ہیں یا عائشہ لو شئت لسادت معی جبال الذھب اگر میں چاہوں تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلیں۔ مشکوٰۃ

پس آیہ قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ میں نفی ذاتی اور کلّی کی ہے یعنی میں بالذات خزائن کا مالک نہیں اور نہ کل خزائن کا۔ اس سے عطائی اور بعض کی بھی نفی سمجھنا اپنے شعور و احساس کو موت کی دعوت دینا ہے اسی طرح تصرف بھی کل کا اور بالذات نہیں بلکہ بعض میں اور عطائی ہے اگر اس طرح تطبیق نہ دی جائے گی تو بعض آیات پر ایمان ہوگا۔ اور بعض پر نہیں ہوگا۔ اور بعض پر نہ ہونا کل پر نہ ہونے کے مترادف ہے اور یہ جو بار بار آپ متصرف متصرف کی رٹ لگاتے ہیں تو آپ کو یہ بھی خبر ہے آپ کی روح کی کیا تعریف ہے۔ اور کتبِ کلام و فلسفہ میں ہے الروح جوہر مجرد لیس بجسم ولا جسمانی متعلق بالبدن تعلق التدبیر والتصرف روح کا جسم سے تعلق مدبرانہ اور متصرفانہ طور پر ہے۔ فرمایئے یہاں ہر مومن و کافر کی روح متصرف فی الاجسام بتائی جا رہی ہے اگر کسی سُنّی مسلمان نے حضرات انبیا و اولیا کو بعض چیزوں میں بعطائے الٰہی متصرف کہہ دیا تو آپ کی پیشانی پر بل آ گئے۔ تیوریاں چڑھ گئیں۔ آپ فرماتے ہیں مگر اس واقعہ سے یہ نتیجہ نکالنا قیاس مع الفارق کی بدترین مثال ہے کہ اللہ تعالےٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کا پابند تھا یا جو آپ کی رضا ہوتی تھی۔ وہ ضرور بالضرور پوری ہو کر رہتی تھی۔ جناب ماہر صاحب! اول تو یہاں قیاس نہیں۔ قیاس وہاں ہوتا ہے جہاں نص صریح نہ ہو۔ یہاں نص صریح موجود ہے۔ ثانیاً یہ تو آپ کے صرف کئے ہوئے لفظ ہیں مع الفارق۔ بُرا نہ مانیئے گا۔ اگر میں آپ سے پوچھ لوں۔ کہ قیاس مع الفارق کی تعریف کیا ہے۔ اور اس کے مقابلہ میں کون سا لفظ ہے اور اگر جواب دینے کی کوشش فرمائیں تو قسم ہے آپ کو جو کسی سے دریافت کر کے محض نقالی فرمائیں ذرا اصول الشاشی نور الانوار توضیح تلویح مسلم الثبوت سے مطالعہ فرما کر جواب دیں۔

سنیئے اہل سنت کا مسلک ہے کہ اللہ تعالےٰ پر نہ وجوب ہے جیسا کہ معتزلہ کا مذہب ہے نہ ایجاب ہے۔ جیسا کہ فلاسفہ کا مذہب ہے بلکہ وہ مالک و مختار مطلق ہے۔ یفعل ما یشاء و یحکم ما یرید لیکن اگر وہ اپنے فضل و کرم سے بلا وجوب و ایجاب کچھ عطا فرما دے تو یہ اس کے اختیار کامل ملک تام کے منافی نہیں بلکہ یہ اس کے اختیار و ملک پر برہان ہے کہ وہ ایسا مختار و مالک ہے کہ اپنے بندوں کو اپنے خزانے دینے اور مالک بنانے کا بھی مختار ہے اور مالک ہے۔ آپ جیسی ذہنیت کے لوگ یہ کہہ کر کہ وہ کسی کو اختیار نہیں دیتا مالک نہیں بناتا۔ اس کے اختیار و مالکیت کو سلب کرتے ہیں۔

جناب ماہر صاحب۔ یہ کون کہتا ہے کہ وہ کسی رضا کا پابند ہے۔ اس کے لئے کوئی جابر و موجب نہیں۔ لیکن اگر وہ خود فرما دے کہ میں نے اپنے ذمہ لے لیا ہے۔ اور میں

(باقی صـ۱۷ پر)

مسائلِ قرآن

مسئلہ : قرآن مجید دیکھ کر پڑھنا زبانی پڑھنے سے افضل ہے کہ یہ پڑھنا بھی ہے اور دیکھنا بھی اور ہاتھ سے اس کا چھونا بھی ، یہ سب عبادت ہے۔

مسئلہ : مستحب یہ ہے کہ باوضو قبلہ رُو اچھے کپڑے پہن کر تلاوت کرے اور شروع تلاوت میں اعوذ پڑھنا واجب ہے۔ اور ابتدائے سورۃ میں بسم اللہ سنّت ورنہ مستحب۔ اور اگر جو آیت پڑھنا چاہتا ہے اس کی ابتدا میں ضمیر مولیٰ تعالیٰ کی طرف راجع ہے جیسے ھو اللہ الذی لا الٰہ الا ھو تو اس صورۃ میں اعوذ کے ساتھ بسم اللہ پڑھنے کا استحباب مؤکد ہے درمیان میں کوئی دنیوی کام کرے تو اعوذ باللہ بسم اللہ کر کے پھر پڑھے اور دینی کام کیا مثلاً سلام یا اذان کا جواب دیا۔ سبحان اللہ اور کلمہ طیبہ وغیرہ اذکار پڑھے تو اعوذ باللہ پھر پڑھنا اس کا ذمہ نہیں۔ (غنیہ وغیرہ)

مسئلہ : سورہ براۃ سے اگر تلاوت شروع کی تو اعوذ باللہ بسم اللہ کہہ لے اور جو اس کے پہلے سے تلاوت شروع کی اور سورہ براۃ آگئی تو تسمیہ پڑھنے کی حاجت نہیں۔ (غنیہ) اور اس کی ابتدا میں نیا تعوذ جو آج کل کے حافظوں نے نکالا ہے بے اصل ہے اور یہ جو مشہور ہے کہ سورہ توبہ ابتداءً بھی پڑھے جب بھی بسم اللہ نہ پڑھے۔ یہ محض غلط ہے۔

مسئلہ : گرمیوں میں صبح قرآن مجید ختم کرنا بہتر ہے۔ اور جاڑوں میں اوّل شب کو۔ کہ حدیث میں ہے جس نے شروع دن میں قرآن ختم کیا شام تک فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے ہیں اور جس نے ابتداءِ شب میں ختم کیا۔ صبح تک استغفار کرتے ہیں اس حدیث کو دارمی نے سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا تو گرمیوں میں چونکہ دن بڑا ہوتا ہے تو صبح کے ختم ہونے میں استغفار ملائکہ زیادہ ہوگی۔ اور جاڑوں کی راتیں بڑی ہوتی ہیں۔ تو شروع رات میں ختم کرنے سے استغفار زیادہ ہوگی۔ (غنیہ)

مسئلہ : تین دن سے کم میں قرآن مجید کا ختم کرنا خلاف اولیٰ ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے تین رات سے کم میں قرآن پڑھا اس نے سمجھا نہیں۔ اس حدیث کو ابوداؤد و ترمذی نے عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

مسئلہ : جب ختم ہو تو تین بار قل ھو اللہ احد پڑھنا بہتر ہے اگرچہ تراویح میں ہو۔ البتہ اگر فرض نماز میں ختم کرے تو ایک بار سے زیادہ نہ پڑھے۔ (غنیہ)

مسئلہ : لیٹ کر قرآن مجید پڑھنے میں حرج نہیں۔ جبکہ پاؤں سمٹے ہوئے ہوں اور منہ کھلا ہو۔ یونہی چلنے اور کام کرنے کی حالت میں بھی تلاوت جائز ہے جب کہ دل نہ ہٹے ورنہ مکروہ ہے۔ (غنیہ)

حضرت خالد بن الولید

اسی جنگ میں رومیوں کے ایک جاسوس نے رومیوں سے اسلامی لشکر کا حال اس طرح بیان کیا تھا۔

وہ لوگ راتوں میں راہبوں (فقیروں) کی طرح عبادت گزار اور دن میں شہسوار ہیں۔ عدل و انصاف کا یہ عالم ہے کہ ان کا شہزادہ بھی چوری کرے تو ہاتھ کاٹ دیتے ہیں۔ اور زنا، بدکاری کرے تو سنگسار کر دیتے ہیں۔

اسی جنگ کے زمانہ میں اسلام کے خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سایہ مسلمانوں کے سر سے اٹھ گیا۔ ان کی جگہ حضرت عمر خلیفہ ہوئے۔ اسلامی لشکر کو حضرت ابوبکر کے انتقال اور حضرت عمر کے خلیفہ ہونے کی اطلاع کے ساتھ ہی یہ حکم بھی پہنچا کہ حضرت خالد ابو عبیدہ کے ماتحت کر دیئے گئے۔ حضرت خالد کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کسی جرم یا شبہ کی بنا پر تمام اسلامی لشکر کی افسری سے الگ نہیں کیا تھا۔ بلکہ اس میں کئی ایک مصلحتیں تھیں۔

۱۔ حضرت خالد قبول اسلام کے بعد سے برابر جنگ کرتے رہے اور لگاتار فتح حاصل ہوتی رہی۔ اس سے اسلامی فوج کو اکثر یہ گمان ہونے لگا تھا کہ ساری فتحیابی حضرت خالد کی جرأت و ہمت اور ہوشیاری کی بدولت ہو رہی ہے ایسی حالت میں جب اچانک ان کی موت یا شہادت ہوتی تو فوج میں بڑی کمزوری۔ پست ہمتی اور سراسیمگی پیدا ہو جاتی۔ اس خیال کا آہستہ آہستہ بڑھنا۔ پختہ ہونا اور دلوں میں بیٹھ جانا اسلامی عقیدہ کی حیثیت سے بھی ایک غلطی تھی۔ کیونکہ مسلمانوں کی فتح صرف سپہ سالار کی لیاقت اور سامانِ جنگ کی افراط سے نہیں ہوتی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی نصرت و مدد سے ہوتی ہے۔ جب عام طور سے مسلمانوں میں تقویٰ پایا جاتا ہے۔ مسلمان عدل و انصاف سے کام لیتے ہیں۔ نیکی کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ پاکی سے رہتے ہیں۔ سچائی کی راہ چلتے ہیں۔ تمام انسانوں سے ہمدردی رکھتے ہیں۔ سب کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہیں۔ ہر ایک کی بھلائی کا خیال رکھتے ہیں۔ اور تمام آدمیوں کو اسی سچے اور اچھے راستہ کی طرف بلاتے ہیں اس حالت میں پھر جو شخص یا قوم یا حکومت سچائی کی دشمنی کرتی ہے۔ مسلمانوں کو اس راستہ پر چلنے سے روکتی ہے اور ان کے ساتھ ظلم و زیادتی کرنے کی تیاریاں کرتی ہے اور مسلمانوں کو حق کی خاطر اس کے مقابلہ کے لئے کھڑا ہونا پڑتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس مقابلہ میں ان کی مدد فرماتا ہے اور وہ ہر قسم کی بے سروسامانی کے باوجود حق کے دشمنوں پر غالب ہوتے ہیں۔

۲۔ حضرت خالد بے انتہا بہادر اور دلیر تھے بڑے بڑے خطروں میں بے خطر کود پڑتے تھے اور فوج کی جرأت و ہمت بڑھا کر بے خوف کر دیتے اور ساتھ رکھتے تھے اس سے اندیشہ تھا کہ کسی موقعہ پر فوج کو ایسے خطرے میں نہ ڈال دیں جس سے سخت نقصان پہنچ جائے۔

۲۰

موافقاتِ سیّدنا عُمرِ فاروق

موافقتِ چہارم : (آخری قسط)

اٹھارھویں پارہ میں اللہ تعالےٰ نے انسانی پیدائش کے تخلیقی مراحل ذکر فرمائے ہیں کہ "ہم نے مٹی خالص سے انسان کی تخلیق کی۔ پھر ہم نے اس کو نطفہ بنا کر ایک محفوظ قرارگاہ میں رکھا۔ پھر نطفہ سے علقہ (خونِ بستہ) بنا دیا۔ پھر علقہ کو ایک لوتھڑا کی شکل دی۔ پھر اس لوتھڑا میں ہڈیاں ساخت کیں۔ پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھایا۔ پھر اس کے بعد ہم نے اس کی ایک دوسری آفرینش (تخلیق) کر دی۔"

آیاتِ منزّلہ کا عجیب و غریب عنوان سن کر حضرت عمر نے فرمایا۔

فتبارکَ اللّٰہ احسن الخالقین

بابرکت ذات ہے اللہ تعالےٰ کی جو
بہت عمدہ تخلیق فرمانے والا ہے۔

چنانچہ آیہ مذکورہ کے آخر میں اسی فکر صائب کے موافق اللہ تعالےٰ نے آیت نازل فرمائی فتبارکَ اللّٰہ احسن الخالقین۔ (روح المعانی صـ۱۶ جلد ۱۸ ابن کثیر صـ۲۴۱ جلد ۳۔ ازالۃ الخفا صـ۱۶۴ ق ۲۔ صواعق محرقہ صـ۶ فصل سادس)

موافقتِ پنجم / محب طبری کے حوالہ سے / صاحب ازالۃ الخفا

نے ذکر کیا ہے۔ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاملہ افک (جو حضرت ام المومنین صدیقہ پر بعض مخالفین نے اتہام لگایا تھا) کے متعلق صحابہ کرام سے دریافت فرمایا تو حضرت عمر نے عرض کیا :

"یا رسول اللہ۔ جناب کو عائشہ کس نے نکاح میں دی ہے" ؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

"اللہ تعالےٰ نے" !

تو پھر حضرت عمر نے عرض کیا :

"آپ کا رب آپ پر اس معاملہ میں اشتباہ رکھے یہ کیسے خیال کیا جا سکتا ہے ؟ سبحانکَ ھٰذا بھتان عظیم پاکیزگی اس ذاتِ مقدس کے لئے ہے یہ بہت بڑا بہتان پیدا کیا گیا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول کی تائید و تصدیق میں آیت نازل فرمائی جس میں اس تمام بہتان طرازی کا بالکلیہ ازالہ کر دیا گیا۔ اور حضرت صدیقہ کی صفائی میں اللہ تعالےٰ نے شہادت نازل فرمائی۔ (ازالۃ الخفا صـ۱۶۴ صواعق محرقہ فصل سادس صـ۶)

موافقتِ ششم / ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک غلام

جس کا نام مدلج تھا۔ دوپہر کو حضرت عمر کے بلانے کے لئے بھیجا۔ وہ حسب عادت بغیر اطلاع کئے اندر چلا گیا۔ حضرت عمر کو ایسی حالت میں پایا کہ ان کو اس حالت میں غلام کا مطلع ہونا ناگوار معلوم ہوا۔ حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ بہتر ہوتا کہ ایسے خلوت کے اوقات میں بغیر اذن و اجازت داخل ہونا ممنوع قرار دیا جاتا۔ تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی :

یا ایھا الذین لیستاذنکم الذین ملکت ایمانکم والذین

اس کا حاصل یہ ہے کہ مومنوں کو حکم ہو رہا ہے۔ کہ مملوک غلام اور لڑکے تین اوقات میں اجازت سے کر اندر داخل ہوا کریں۔ نماز فجر سے پہلے اور دوپہر کے وقت جب انسان لباس اتار کر آرام کرتا ہے۔ اور عشا کی نماز کے بعد۔

صاحب روح المعانی فرماتے ہیں کہ :

ھذا احد موافقات رابہ الصائب رضی اللہ عنہ للوحی (یعنی یہ حضرت عمر کے ان درست افکار میں سے ہے جو وحی الٰہی کے موافق ٹھہرے۔)

ازالۃ الخفا صـ ۱۶۴ ق دوم۔ روح المعانی صـ ۲۱ ج ۱۸ صواعق محرقہ صـ ۶ فصل سادس۔

موافقت ہفتم / امام احمد نے روایت ذکر کی ہے کہ تحریم خمر (شراب کی حرمت) نازل ہوئی تو حضرت عمر نے دعا کی

اللّٰھم بین لنا فی الخمر بیانا شافیا۔ خداوندا۔ خمر (شراب)

کے معاملے میں وضاحت بیان فرما۔

پس یہ آیت یسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیھما اثم کبیر و منافع للناس و اثمھما اکبر من نفعھما نازل ہوئی۔ اس میں خمر اور جوا کے متعلق فرمایا گیا۔ کہ ان میں بڑا گناہ ہے کچھ منافع بھی لوگوں کے لئے ہے مگر ان کے ارتکاب کا گناہ ان نفع سے بہت زیادہ ہے۔ اس آیت کے نزول کے بعد بھی حضرت عمر نے بارگاہ الٰہی میں یہی دعا کی۔ یا اللہ خمر کے متعلق واضح اور شافی حکم فرمایا جائے۔

تو پھر یہ آیت لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکارٰی حتیٰ تعلموا نازل ہوئی۔

پھر بھی وہی دعا حضرت عمر نے جاری رکھی۔ حتیٰ کہ یہ آیت ساتویں پارے میں نازل ہوئی :

یا ایھا الذین اٰمنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون ہ

پس اس آیت میں صاف واضح طور پر جوا اور شراب وغیرہ کی حرمت نازل ہوئی۔ اس وقت حضرت عمر نے کہا۔

"انتھینا یا رب انتھینا"

(ابن کثیر صـ ۹۲ جلد دوم۔ روح المعانی صـ ۱۷ جلد ۷۔ ازالۃ الخفا صـ ۱۶۴ مقصد دوم۔ صواعق محرقہ صـ ۶)

موافقت ہشتم / حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آنجناب کی خدمت میں ہر قسم کے اچھے برے لوگ آتے جاتے ہیں اگر آپ ازواج مطہرات امہات المومنین کو حجاب (پردہ) کا حکم فرما دیتے۔ تو کیا اچھا ہوتا۔

پس اللہ تعالےٰ نے حجاب کا حکم نازل فرمایا:

یا ایها الذین امنوا لا
تدخلوا بیوت النبی الا
ان یؤذن لکم ما کان عند
اللہ عظیما۔

صاحب روح المعانی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اہل بیت کی خاطر پردہ کی جو حرص کر رہے تھے۔ یہ محض حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی بنا پر تھا۔

(روح ص ۷۶ جلد ۲۲ — ازالۃ الخفا ص ۱۶۴ ق دوم۔ صواعق محرقہ فصل سادس)۔

یہ وہ موافقات ذکر کئے گئے ہیں جو "قرآنی آیات" کے متعلق تھے اور اکابر علما نے ان کو موافقات میں بالاتفاق شمار کیا ہے ان کے بغیر موافقات بالسنتہ اور موافقات بالکتب السابقہ بھی ہیں مگر ان کو بغرض اختصار ترک کر دیا ہے۔

ایک لائق توجہ نکتہ

آخر میں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی رائے اور اجتہاد کا وحی الٰہی کے موافق ہونے کا ایک اور موقعہ ذکر کیا جاتا ہے۔ جس کو شیعہ احباب نے بھی والمنتہ طور پر تسلیم کر لیا ہے۔

وہ اس طرح ہے کہ واقعہ قرطاس میں حضرت عمر پر مشہور طعن ذکر کیا جاتا ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلم دوات طلب کرنے پر حسبنا کتاب اللہ (ہمیں کافی ہے اللہ کی کتاب) کہہ دیا اور قلم دوات نہ دی۔ مگر غور طلب بات یہ ہے کہ حضرت عمر کے مذکورہ جواب کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ضروری چیز تحریر کرانی تھی۔ اس کو کیوں ملتوی فرمایا—؟ یہ ایک قدرتی سوال فہیم آدمی کے لئے پیدا ہوتا ہے۔ اور ہونا چاہئیے۔ تو اس کا جواب صاحب فلک النجاہ یہ دیا ہے کہ وحی الٰہی اس وقت نازل ہوئی۔ کہ اب لکھانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ خدا کی سابقہ کتاب ہی کافی ہے۔ ٹھیک وہی چیز حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی زبان سے جاری ہوئی اور اللہ تعالیٰ کی وحی اور رسول خدا کے عمل نے من وعن اس کی تائید و تصدیق فرمادی۔ سبحان اللہ علی حسن رائیہ رضی اللہ عنہ وعن سائر الصحابہ اجمعین۔

بقیہ: خالد بن ولید: حضرت عمر نے ان تمام مصلحتوں سے حضرت خالد کو آگاہ نہیں کیا تھا۔ لیکن امیر اور خلیفہ کا حکم ماننا اتنا ضروری ہے کہ حضرت خالد جیسے بہادر اور فاتح سپہ سالار نے بھی بلا پس و پیش بے چوں و چرا قبول کر لیا۔ اتنا بھی نہیں پوچھا کہ مجھ سے کیا خطا ہوئی؟ مجھے ابوعبیدہ کا ماتحت کیوں بنایا جا رہا ہے اس میں کیا مصلحت ہے؟ ابوعبیدہ کے ماتحت ہونے کے بعد بھی حضرت خالد اسی جوش و ہمت اور اسی بہادری کے ساتھ تمام جنگوں میں لڑتے رہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کیلئے اسلام کے راستے سے دشمنوں کو ہٹانے کے لئے لڑ رہے تھے بہادری جتانے یا افسری قائم رکھنے کے لئے نہیں لڑ رہے تھے۔ اسی لئے ان کی شخصیت دشمنوں میں بھی ذرا بھی کمی نہیں ہوئی۔ (ہلال)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنا /

سوم : حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کرنا۔ بڑی فضیلت کی بات ہے اور حق یہ ہے کہ خواب میں شیطان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں نہیں آ سکتا۔ فلہذا جس کو زیارتِ نبوی کا شرف حاصل ہو اس کو یقین کر لینا چاہیے کہ اس نے حضور ہی کی زیارت کی۔ یہ حدیث مختلف الفاظ کے ساتھ آئی ہے۔ ہم ان شاء اللہ العزیز حدیث کے اس ٹکڑے پر مکمل بحث اور اس میں علماء کے اقوال وغیرہ کی تفصیل آئندہ صفحات میں کریں گے۔ یعنی کتاب الرویا میں۔

چہارم : حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنا اور حدیثیں گڑھنا اور اس کو حضور کی طرف منسوب کر دینا اشد کبائر سے ہے اور اس کی سزا جہنم ہے اسی طرح حضور کی خواب میں زیارت نہ ہو اور جھوٹ موٹ کہہ دینا کہ میں نے زیارت کی ہے یہ بھی اس وعید میں داخل ہے۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ اگر کسی راوی کا ایک مرتبہ بھی عمداً کذب ثابت ہو جائے تو اس کی تمام روایتیں رد کر دی جائیں گی۔ بہرحال یہ وعید علماء و واعظین حضرات کو بھی یہ ہدایت کرتی ہے کہ وہ حدیث کے بیان کرنے میں کامل احتیاط سے کام لیں۔ اور جو نہایت مضمونِ حدیث ہے اسی کو وعظ میں بیان کریں۔ اور اپنی طرف سے حدیث میں کسی لفظ کی کمی یا زیادتی نہ کریں۔ البتہ وعظ میں یا پڑھاتے وقت اصل حدیث کو پیش کر کے اس کی تشریح و توضیح کرنا اور الفاظ حدیث سے استدلال اور استنباط کرنا۔ اور اس کے مسائل و معارف و نکات کو بیان کرنا جائز ہے۔ بلکہ محمود و مطلوب ہے۔

۳۷ **فائدہ :** امام بخاری نے اس باب میں جس ترتیب سے حدیثیں ذکر کی ہیں وہ بہت خوب ہیں پہلے حضرت علی کی روایت کو پیش کیا ہے جس میں باب کا مقصد ہے۔ پھر حضرت زبیر کی حدیث ذکر کی۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ صحابہ کرام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنے سے ڈرتے تھے۔ پھر حضرت انس کی حدیث لائے ہیں جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ صحابہ کرام حدیث کے بیان کرنے میں نہایت احتیاط سے کام لیتے تھے۔ اور اس حدیث کو بیان کرنے سے پرہیز کرتے تھے جس میں ان کو شک ہوتا تھا۔ آخر میں حضرت ابوہریرہ کی حدیث ذکر کی ہے۔ جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حضور پر جھوٹ باندھنا ہر طرح حرام ہے خواہ بیداری میں آپ سے ملنے کا دعویٰ کرے یا خواب میں۔

بَابُ كِتَابَةِ العِلْمِ

باب علم کی کتابت کے بیان میں۔

۱۔ گزشتہ باب میں اس امر کا بیان تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنا گناہِ کبیرہ ہے اور اس کی سزا جہنم ہے اور اس سے بچنا لازم ہے۔ اب اس باب میں یہ بتایا جا رہا ہے کہ احادیثِ نبویہ کی تبلیغ و اشاعت اور اس کی ہر طرح سے حفاظت کرنا قوم مسلم کا ذریعہ حیات ہے خواہ علم دین کو حفظ یاد رکھ کر اس ذریعہ کو ادا کیا جائے یا کتابت کی صورت دے کر اس کی حفاظت کی جائے۔

۲۔ واضح ہو کہ ابتدا میں اہل سلف کسی بھی علم و فن کی کتابت کو اچھا نہیں جانتے تھے وہ کہا کرتے تھے کہ علم وہ ہے جو سینہ میں

محفوظ ہو۔ لیکن اس کے بعد جب لوگوں کی ہمتیں پست ہوگئیں اور علمِ دین کے حامل مختلف بلاد و امصار میں منتشر ہو گئے۔ تو کتابت علم کے جواز پر اجماع ہوگیا۔ بلکہ کتابتِ علم کو مستحب قرار دیا گیا۔ امام بخاری نے یہ باب اسی امر کے بیان کے لئے باندھا۔ کہ کتابتِ علم جائز ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو احادیث لکھوا دیا کرتے تھے۔ اور صحابہ کرام خود بھی مسائل دینیہ کو لکھ لیا کرتے تھے۔

عَنْ اَبِیْ جُحَیْفَۃَ قَالَ قُلْتُ لِعَلِیٍّ هَلْ عِنْدَكُمْ كِتَابٌ قَالَ لَا اِلَّا كِتَابُ اللّٰهِ اَوْ فَهْمٌ اُعْطِيَهُ رَجُلٌ مُسْلِمٌ اَوْمَا فِیْ هٰذِهِ الصَّحِيفَةِ قَالَ قُلْتُ وَمَا فِیْ هٰذِهِ الصَّحِيفَةِ قَالَ الْعَقْلُ وَفَكَاكُ الْاَسِيْرِ وَلَا يُقْتَلُ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ۔

حضرت ابی جحیفہ کہتے ہیں میں نے حضرت علی سے عرض کیا کیا آپ کے پاس کوئی کتاب ہے تو انہوں نے جواب دیا نہیں مگر اللہ کی کتاب (قرآن)۔ یا وہ فہم جو ایک مسلم کو عطا ہوتی ہے یا جو کچھ اس صحیفہ میں ہے۔ میں نے پوچھا کہ اس صحیفہ میں کیا ہے حضرت علی نے کہا۔ عقل فکاک الاسیر اور لا یقتل مسلم الخ (ایسے مسائل اس میں درج ہیں)۔

فوائد و مسائل: اس روایت کو امام بخاری نے جہاد اور دیات میں بھی ذکر کیا ہے اور ترمذی و ابن ماجہ نے دیات میں ذکر فرمایا ہے۔ عقل کے معنیٰ دیت کے ہیں۔ اور مراد اس سے دیت ۲۳۸
کے احکام اور اس کی مقدار ہے۔ فکاک الاسیر کے معنیٰ قیدی کو چھڑانے کے ہیں۔ اسی لئے رہن رکھی ہوئی چیز کو چھڑانے کو عرب فك الرھن بولتے ہیں۔

صحیفۂ علی کی حقیقت / هل عندكم ابی جحیفہ نے حضرت علی سے سوال کیا۔ آپ کے پاس کوئی کتاب ہے؟ یہ سوال انہوں نے اس لئے کیا کہ شیعہ یہ کہا کرتے تھے کہ حضور اکرم نے اہلبیت اطہار کو خصوصاً حضرت علی کو دینِ اسلام سے متعلق ایسی باتیں بتائی ہیں جن کا علم کسی اور کو نہیں ہے۔ شیعوں کے اس خیال کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے حضرت علی سے مذکورہ بالا سوال ہوا تو آپ نے فرمایا میرے پاس دین کے ایسے احکام تو نہیں ہیں۔ جو صرف حضور نے مجھے بتائے ہوں اور دوسروں کو بتانے سے منع کر دیا ہو۔ میرے پاس قرآن ہے اور وہ علم و بصیرت ہے جو ایک مسلمان کو دی جاتی ہے یا یہ صحیفہ ہے لیکن اس میں بھی دیت کے فکاک اسیر کے احکام درج ہیں اور یہ لکھا ہے کہ کافر کے بدلے مسلم کو نہ مارا جائے۔

مسائل: یہ روایت مسائل ذیل پر مشتمل ہے ۱۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے پاس دین کے ایسے احکام و مسائل نہ تھے جو صرف حضور نے ان کو ہی بتائے ہوں۔ یا ان کی تبلیغ و اشاعت سے منع فرما دیا ہو۔ دین اسلام ایک تبلیغی دین ہے۔ اور اس کے احکام و مسائل کو چھپانا حرام و ناجائز ہے۔ بھلا یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ حضرت علی احکام اسلامیہ کو چھپائیں یا حضور ان کو احکام اسلامی بتائیں اور یہ تاکید بھی کر دیں کہ ان کی تبلیغ نہ کرنا۔ ۲۔ حضرت علی نے

احکام شرعیہ لکھ رکھے تھے۔ جس سے علم کی کتابت کا جواز ثابت ہوا۔ ۳۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ امام سے ایسے امور کے متعلق سوال کرنا جو اس کی ذات سے متعلق ہوں جائز ہے۔ ۴۔ ابن منیر کہتے ہیں کہ حضرت علی کے اس جملہ سے کہ "وہ فہم جو ایک مسلمان کو دی گئی" سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت علی کے پاس صحیفہ میں وہ مسائل فقہ تھے۔ جو انھوں نے اپنے علم و بصیرت سے قرآن سے اخذ فرمائے تھے۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ قرآن پاک میں غور و فکر کر کے ان مسائل کو نکالنا جو قرآن میں صراحتاً مذکور نہیں ہیں جائز ہے بشرطیکہ وہ مسائل اصول شرعیہ کے خلاف نہ ہوں۔ ۵۔ اس حدیث سے امام مالک۔ شافعی۔ احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے یہ استدلال کیا ہے کہ مسلمان کو ذمی کافر کے بدلے قصاصاً نہیں قتل کیا جائے گا۔ امام اوزاعی ثوری اسحٰق ابو بکر رازی اہل ظاہر اور ایک جماعت تابعین کا یہی مسلک ہے اور امام ابوحنیفہ و ابو یوسف کا مسلک یہ ہے کہ مسلمان نے اگر ذمی کافر کو ناحق قتل کر دیا تو اس کے قصاص میں مسلمان کو قتل کیا جائے گا۔ یہی قول ہے امام نخعی۔ شعبی۔ حضرت سعید ابن مسیب و محمد ابن ابی لیلیٰ اور حضرت فاروق اعظم و عبداللہ بن مسعود و عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا۔ دونوں نظریوں کے اصحاب دلائل رکھتے ہیں جس کی تفصیل ان شاء اللہ العزیز کتاب القصاص والدیات میں ذکر کی جائے گی۔ ۶۔ امام بخاری نے کتاب الجہاد میں جو روایت ذکر کی ہے اس کا مضمون یہ ہے کہ حضرت علی سے ابوجحیفہ نے یہ سوال کیا کہ کیا آپ کے پاس قرآن کے علاوہ بھی کوئی وحی ہے؟ یعنی شیعہ یہ بھی کہتے تھے کہ وحی کا ایک حصہ ایسا ہے جو حضور نے صرف حضرت علی ہی کو بتایا ۲۳۹
ہے۔ اس کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے حضرت جحیفہ نے پوچھا تو حضرت علی نے فرمایا۔ میرے پاس یہی قرآن ہے جو سب کے پاس ہے یعنی وحی الٰہی۔ جو حضور پر نازل ہوئی۔ وہ کوئی ایسی چیز نہیں تھی کہ اس کو چھپایا جاتا۔ یا کسی ایک فرد تک اس کے بعض اجزا کو محدود رکھا جاتا ـــ وحی کے متعلق تو قرآن کا حکم ہے کہ سب تک بلا کم و کاست پہنچا دی جائے۔ اور اس کی تبلیغ کی جائے۔ اس حکم کے ہوتے ہوئے یہ کیسے ممکن تھا۔ کہ حضور وحی کا کچھ حصہ صرف مجھ تک محدود رکھتے۔ اور کسی اور کو نہ بتاتے۔

حضرت ابوجحیفہ / ان کا نام وہب بن عبداللہ السوائی ہے انھوں نے حضور سے ۴۵ حدیثیں روایت کی ہیں جن میں سے دو پر بخاری و مسلم نے اتفاق کیا۔ اور ۲ کو بخاری نے اور ۳ کو مسلم نے منفرداً ذکر کیا۔ ابوجحیفہ کو حضرت علی بہت محبوب رکھتے تھے اور ان پر آپ کو اعتماد بھی بہت تھا۔ آپ نے کوفہ میں بیت المال کا افسر بھی آپ کو ہی بنایا تھا۔ یہ صحابہ میں سب سے چھوٹی عمر کے صحابی تھے۔ سنہ ۷۴ ہجری میں کوفہ میں ان کا انتقال ہوا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ خُزَاعَةَ قَتَلُوْا رَجُلًا مِّنْ بَنِیْ لَیْثٍ عَامَ فَتْحِ مَکَّةَ بِقَتِیْلٍ مِّنْهُمْ قَتَلُوْهُ فَاَخْبَرَ بِذٰلِكَ	حضرت ابو ہریرہ سے ہے کہ قبیلہ خزاعہ کے ایک شخص نے بنو لیث کے ایک شخص کو یوم فتح مکہ کے دن قتل کر دیا۔ (۲) مقتول کے بدلے میں جس کو بنی لیث نے

النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَكِبَ رَاحِلَتَهُ فَخَطَبَ فَقَالَ إِنَّ اللهَ حَبَسَ مَكَّةَ الْقَتْلَ أَوِ الْفِيلَ أَلَا وَإِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِأَحَدٍ قَبْلِي وَلَا تَحِلُّ لِأَحَدٍ بَعْدِي إِلَّا وَإِنَّهَا أُحِلَّتْ لِي سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ أَلَا وَإِنَّهَا سَاعَتِي هٰذِهِ حَرَامٌ لَا يُخْتَلَى شَوْكُهَا وَلَا يُعْضَدُ شَجَرُهَا وَلَا تُلْتَقَطُ سَاقِطَتُهَا إِلَّا لِمُنْشِدٍ فَمَنْ قُتِلَ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ إِمَّا أَنْ يُعْقَلَ وَإِمَّا أَنْ يُقَادَ أَهْلُ الْقَتِيلِ فَجَاءَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ فَقَالَ اكْتُبْ لِي يَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اكْتُبُوهُ لِأَبِي فُلَانٍ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ إِلَّا الْإِذْخِرَ يَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّا نَجْعَلُهُ فِي بُيُوتِنَا وَقُبُورِنَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا الْإِذْخِرَ إِلَّا الْإِذْخِرَ ۲۷

(بُخاری)

قتل کر دیا تھا۔ یہ خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی۔ آپ اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے۔ اور خطبہ دیا اور فرمایا کہ اللہ نے مکہ میں قتل کو یا فیل کو روک دیا ہے۔ اور مکہ مجھ سے پہلے بھی کسی کے لئے حلال نہیں ہوا اور نہ میرے بعد کسی کے لئے حلال ہوگا۔ خبردار صرف میرے لئے حرم میں قتل کرنا صرف ایک گھڑی دن کے لئے حلال ہوا تھا۔ خبردار اب یہ ساعت (جس میں خطبہ دے رہا ہوں) مکہ حرم ہے۔ حرم کے کانٹے نہ کاٹے جائیں۔ یہاں کے درخت نہ اکھیڑے جائیں۔ یہاں کا لقطہ (پڑی ہوئی چیز) نہ اٹھائی جائے۔ مگر (وہ شخص لقطہ اٹھائے) جو مالک تک اس کو پہنچائے پھر جس کا کوئی شخص مارا جائے۔ تو اس کو اختیار ہے دو باتوں میں سے ایک کا جو اس کو پسند آئے۔ یا دیت لیوے یا قصاص لے۔ تو ایک شخص یمنی آئے۔ عرض کی حضور یہ احکام مجھے لکھ دیجئے۔ فرمایا فلاں کو یہ احکام لکھ دو۔ پھر ایک قریشی نے عرض کی مگر اذخر گھاس (یعنی اس کو حرم سے کاٹنا منع نہ فرمایا جائے)۔ کیونکہ اذخر ہمارے گھروں اور قبروں کے کام آتی ہے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مگر اذخر مگر اذخر۔

فوائد ومسائل: امام نے اس حدیث کو دیات اور لقطہ میں بھی ذکر فرمایا ہے اور امام مسلم نے حج میں ذکر کیا ہے

۴۳ وَسُلِّطَ عَلَيْهِمْ رَسُولُ اللهِ وَالْمُؤْمِنُونَ / اور کفار مکہ پر رسول اللہ اور مومنوں کو غالب کیا

نیز ترمذی۔ ابوداؤد۔ نسائی و ابن ماجہ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا۔

مکّہ کے حرم ہونے کا بیان

۲۔ ان اللہ حبس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مکّہ میں قتال کو حرام فرما دیا ہے۔ راوی کو شک ہے کہ حضور نے قتل کا لفظ ارشاد فرمایا یا فیل کا۔ فیل ہاتھی کو کہتے ہیں اس صورت میں اشارہ ہوگا اس قصہ کی طرف جو سورہ الم ترکیف میں ہے اور معنیٰ یہ ہوں گے کہ جب ابرہہ ہاتھیوں پر سوار ہو کر مکّہ پر حملہ آور ہوا تھا تو اس وقت بھی اللہ نے اس کی فوج کو مع ہاتھیوں کے ہلاک کر دیا تھا۔ حالاں کہ اس وقت اہل مکّہ مسلمان نہ تھے تو جب وہ مسلمان ہوں تو ایسی صورت میں مکّہ والوں کی حرمت میں اور اضافہ ہو جائے گا۔ ۳۔ شوکہا یعنی حرم کے کانٹے اور درخت نہ کاٹے جائیں لیکن وہ کانٹے جن سے نقصان پہنچے ان کو کاٹنا جائز ہے جیسے حرم کے موذی جانوروں کو مارنا جائز ہے۔ ۴۔ حرم کے لقطہ کے متعلق امام شافعی کا قول یہ ہے کہ ہمیشہ اس کے پانے والا اس کی تعریف (اعلان) کرتا رہے۔ یہاں تک کہ اس کا مالک مل جائے۔ لیکن امام مالک یہ کہتے ہیں لقطہ حرم وحل میں کوئی فرق نہیں ہے اور منشد کے معنی وہ یہ کرتے ہیں۔ کہ جیسے عام جگہوں کے لقطہ کے متعلق اعلان کیا جائے۔ اسی طرح حرم کے لقطہ کے متعلق بھی اعلان کیا جائے۔ ایک سال کامل تک اس کے بعد جب مالک نہ ملے تو پانے والا خود ہی مالک ہو جائے گا۔ وھو بخیر النظرین یہاں خیر افعل التفضیل کے معنیٰ میں ہے عبارت یہ ہوگی۔ افضل النظرین اور تفسیر نظرین کی یہ ہے کہ یا تو ورثہ مقتول دیت لیں یا قصاص۔ ۵۔ ان ان یعقل سے یہ معلوم ہوا کہ قصاص قاتل سے لیا جائے یہ نہیں کہ زمانہ جاہلیت کی طرح قاتل پر قابو نہ چلے تو اس کے کسی رشتہ دار یا خاندان یا قبیلہ کے کسی فرد کو قتل کر دیا جائے۔

مسائل حدیث

۲۶۱ حدیث ہذا مسائل ذیل پر مشتمل ہے۔ ۱۔ علم کی کتابت جائز ہے جیسے حضور نے ابو شاہ کے لئے لکھنے کا حکم دیا۔ ۲۔ خطبہ کسی بلند مقام پر کھڑے ہو کر دینا مستحب ہے۔ خواہ جمعہ کا ہو یا نہ ہو ۳۔ حرم کے درخت وغیرہ کاٹنا حرام ہے۔ اسی طرح وہاں پاخانہ پھرنا بھی جائز نہیں ہے۔

حضور مالکِ شریعت ہیں

۴۔ حضور اکرم سے ایک قریشی نے استدعا کی۔ کہ اذخر گھاس ہمارے کام کی چیز ہے۔ اس کو حرام نہ کیا جائے۔ حضور نے حرم کی اذخر گھاس کاٹنے کی اجازت دے دی۔ جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو یہ اختیار دیا ہے کہ حرام چیزوں میں سے جس چیز کو چاہیں حلال فرما دیں جیسے آپ کو یہ اختیار ہے کہ جس مباح کو چاہیں واجب کر دیں۔ چنانچہ آیاتِ قرآن و حدیث پر غور کرنے سے یہ کھل جاتا ہے۔ کہ احکام شریعت حضور کے سپرد ہیں صحابہ نے عرض کی۔ حضور! کیا حج ہر سال فرض ہے آپ نے جواب دیا کہ اگر میں ہاں کہہ دوں۔ تو ہر سال واجب ہو جاتا۔ اس کے بعد فرمایا۔ مجھے چھوڑے رہو جب تک میں تم کو چھوڑے رہوں اگلی امتیں اپنی کثرتِ سوال اور اپنے انبیا کے خلاف مراد چلنے سے ہلاک ہوئیں۔ جب میں کسی بات کا حکم دوں۔ تو بجا لاؤ۔ منع کر دوں تو اس کو چھوڑ دو۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ مجھ سے زیادہ کھود کھود کر مت پوچھو۔ میری زبان حق کی

ترجمان ہے۔ اگر میں نے کسی بھی چیز کے واجب یا حرام ہونے کا حکم دے دیا تو وہ واجب یا حرام ہو جائے گی۔ چنانچہ حضرت امام شعرانی میزان شریف میں لکھتے ہیں کہ شریعت کی دوسری قسم وہ ہے جو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے رب عزّ وجل نے ماذون فرمادیا۔ کہ خود اپنی رائے سے (ان یسنہ علی رأیہ) جو راہ چاہیں قائم فرمادیں۔ چنانچہ حضور کا مردوں کے لئے ریشم پہننا حرام کرنا اور حرمت مکہ سے اذخر گھاس کو استثنا فرما دینا اسی قبیل سے ہے ــــ منہ ــــ اس مسئلہ کی زیادہ تفصیل کے لئے ہماری کتاب روحِ ایمان کا مطالعہ کیجئے جو دفتر رضوان لاہور سے مل سکتی ہے۔ ۵۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قاتل عامد پر یا قصاص ہے اور یا دیت۔ اور ولی مقتول کو یہ اختیار ہے کہ وہ قاتل سے قصاص لے یا دیت لے۔ لیکن امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ دیت اس صورت میں لی جائے گی۔ جبکہ قاتل دیت دینے پر راضی ہو۔

قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ مَا مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَدٌ اَكْثَرَ حَدِيْثًا عَنْهُ مِنِّي اِلَّا مَا كَانَ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو فَاِنَّهُ كَانَ يَكْتُبُ وَلَا اَكْتُبُ۔

ہمام بن منبہ نے کہا میں نے ابوہریرہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اصحاب رسول میں کوئی مجھ سے زیادہ حدیث روایت نہیں کرتا مگر عبداللہ بن عمرو وہ حدیث سن کر لکھ لیتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔

فوائد ومسائل :

اس روایت کو ترمذی نے علم اور مناقب میں اور نسائی نے صرف مناقب میں ذکر کیا ہے۔ ترجمہ باب سے اس حدیث کا تعلق بالکل ظاہر ہے۔ کہ حضرت عبداللہ بن عمر جو افاضل صحابہ سے ہیں وہ احادیث نبویہ کو لکھا کرتے تھے۔ اسی سے منکرین حدیث کے اس دعویٰ کا رد ہو جاتا ہے کہ حدیث کی کتابت عہد نبوی میں نہیں ہوئی۔ یا حضور نے حدیث کے لکھنے سے منع فرما دیا تھا۔ حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ خود حضور نے بعض اوقات اپنے ارشادات لکھوائے۔ صحابہ کی ایک جماعت حدیث کو لکھتی بھی تھی اور حفظ بھی کرتی تھی اور دوسری جماعت صرف حفظِ حدیث پر اکتفا کرتی تھی۔ چنانچہ بیہقی و مسند امام احمد میں یہ روایت موجود ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر نے حضور سے حدیث لکھنے کی اجازت مانگی تو آپ نے ان کو اجازت دے دی۔ ۲۶۲

حضرت ابوہریرہ کا حافظہ /

واضح ہو کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پانچ ہزار تین سو حدیثیں مروی ہیں اور آٹھ سو تابعین نے آپ سے روایت کی ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر سے صرف سات سو حدیثیں مروی ہیں لہٰذا حضرت ابوہریرہ کا یہ فرمانا کہ صحابہ میں مجھ سے زیادہ کوئی حدیث روایت نہیں کرتا۔ سوائے عبداللہ بن عمر کے ــــ یہ قول ان کا ابتدائی حالت کا ہے جب کہ حضور نے ان کے لئے دعا برکت نہ کی تھی۔ اس وقت یہ کیفیت تھی کہ حضرت عبداللہ بن عمر حضرت ابوہریرہ سے زیادہ حدیثوں کے حافظ تھے لیکن جب حضور

کی خدمت میں انہوں نے اپنے حافظہ کی کمزوری کی شکایت کی اور حضور نے انکی جھولی میں کچھ ڈال دیا تو پھر حضرت ابوہریرہ کا یہ حالت ہوگئی کہ جو کچھ حضور سے سنتے نہ بھولتے چنانچہ بارگاہ نبوی سے قوت حافظہ پانے کے بعد حضرت ابوہریرہ ہی سب سے زیادہ حافظ حدیث قرار پائے ۳۔ روایت زیر بحث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ علم کی کتابت جائز ہے۔ (واللہ اعلم)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا اشْتَدَّ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعُهُ قَالَ ائْتُونِي بِكِتَابٍ اَكْتُبُ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوْا بَعْدَهُ قَالَ عُمَرُ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَلَبَهُ الْوَجَعُ وَعِنْدَنَا كِتَابُ اللّٰهِ حَسْبُنَا فَاخْتَلَفُوْا وَكَثُرَ اللَّغَطُ قَالَ قُوْمُوْا عَنِّيْ وَلَا يَنْبَغِيْ عِنْدِيَ التَّنَازُعُ فَخَرَجَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ اِنَّ الرَّزِيَّةَ كُلَّ الرَّزِيَّةِ مَا حَالَ بَيْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ كِتَابِهِ۔

حضرت ابن عباس سے ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض زیادہ ہوا۔ تو آپ نے فرمایا۔ میرے پاس سامان کتابت لاؤ میں ایک تحریر لکھدوں۔ تاکہ تم میرے بعد گمراہ نہ ہو۔ تو حضرت عمر نے کہا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درد غالب ہے اور ہمارے پاس اللہ کی کتاب قرآن ہے اور وہ ہم کو کافی ہے۔ پس حاضرین میں اختلاف ہوا اور باتیں بڑھیں۔ حضور نے فرمایا میرے پاس سے، اٹھ جاؤ اور میرے پاس جھگڑا کرنا مناسب نہیں۔ پھر ابن عباس یہ کہتے ہوئے نکلے کہ
۲۴۳ مصیبت ہے بڑی مصیبت جو حائل ہوگئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان اور آپ کی تحریر کے درمیان۔

فوائد: ۱۔ اس حدیث کو امام بخاری نے مغازی اور طب اور الاعتصام میں بھی ذکر فرمایا ہے اور مسلم نے وصایا میں۔ نسائی نے علم اور طب میں ذکر کیا ہے۔ ۲۔ حدیث ہذا کا باب سے تعلق بالکل واضح ہے یعنی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کتابت حدیث عہد نبوی ہی میں مروّج ہوگئی تھی۔ اور یہ کہ حدیث کی کتابت جائز ہے ۳۔ یہ حدیث حدیث قرطاس کے نام سے موسوم ہے۔ بخاری میں یہ واقعہ سات جگہ آیا ہے یہاں ہم دو روایتیں اور نقل کر دیتے ہیں تاکہ اصل مفہوم کے سمجھنے میں آسانی ہو۔

حدیث قرطاس

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا حُضِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

جب حضور کی وفات کا وقت قریب آیا تو دولت خانہ نبوی میں لوگ جمع تھے جن میں حضرت عمر ابن الخطاب

فَفِي الْبَيْتِ رِجَالٌ فِيهِ عُمَرُ ابْنُ
الْخَطَّابِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلُمَّ اكْتُبْ
لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوا بَعْدَهُ
قَالَ عُمَرُ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ غَلَبَ
عَلَيْهِ الْوَجَعُ وَعِنْدَكُمُ الْقُرْآنُ
حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ فَاخْتَلَفَ
أَهْلُ الْبَيْتِ فَاخْتَصَمُوا مِنْهُمْ
مَنْ يَقُولُ قَرِّبُوا يَكْتُبُ لَكُمُ
النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كِتَابًا تَضِلُّوا بَعْدَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ
يَقُولُ مَا قَالَ عُمَرُ فَلَمَّا أَكْثَرَ ۲۴۴
اللَّغْوَ وَالِاخْتِلَافَ عِنْدَ النَّبِيِّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قُومُوا عَنِّي۔

بھی تھے حضور نے فرمایا آؤ میں تم کو ایسی
تحریر لکھ دوں جس کے بعد تم گمراہ نہ ہوگے
تو حضرت عمر نے کہا۔ حضور کو اس وقت
بیماری کی تکلیف زیادہ ہے۔ تمہارے پاس
قرآن ہے اور قرآن ہمارے واسطے کافی
ہے پس گھر والوں نے اختلاف کیا۔ بعض
کہتے تھے کہ سامانِ کتابت حضور کے پاس
رکھ دو تاکہ وہ تمہارے لئے ایسی تحریر لکھ
دیں کہ جس کے بعد تم گمراہ نہ ہوگے۔
اور بعض وہی بات کہتے تھے۔ جو حضرت
عمر نے کہی تھی پس جب ان کا اختلاف
زیادہ ہوا اور باتیں بڑھیں تو حضور
علیہ السلام نے فرمایا میرے پاس سے اٹھ
جاؤ۔

(بخاری)

❖ دوسری روایت یہ ہے :

عَنْ سَعِيدِ ابْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قَالَ ابْنُ
عَبَّاسٍ يَوْمُ الْخَمِيسِ وَمَا يَوْمُ الْخَمِيسِ
اشْتَدَّ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَجَعُهُ فَقَالَ ائْتُونِي
بِكِتَابٍ أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوا
بَعْدَهُ أَبَدًا فَتَنَازَعُوا وَلَا
يَنْبَغِي عِنْدَ نَبِيٍّ تَنَازُعٌ فَقَالُوا

سعید ابن جبیر سے ہے کہ حضرت ابن عباس نے
کہا جمعرات کا دن اور کیسا جمعرات کا دن کہ اس
دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر
درد زیادہ ہو گیا آپ نے فرمایا
(سامانِ کتابت) میرے پاس لاؤ تاکہ
تمہارے لئے ایسی تحریر لکھ دوں کہ
جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہوگے